HUSEINI PAYGHAM

ایڈیٹر مظفر حسن نقوی — حسینی پیغام ویکلی

WEEKLY

Editor: —SYED MUZAFFAR HASAN NAQVI.

Vol. 1 | BOMBAY Friday, 12th JUNE, 1942. | No. 20

مجاہد اعظم سید بشیر احمد صاحب بی - اے - ایل - ایل - بی وکیل

جنکی مجاہدانہ سرگرمیوں - حسینی نظریہ حیات اور ولولہ انگیز تقاریر نے مردہ قوم کی خشک رگوں میں ذوالفقار کے جوہر اور زندگی کی بجلیاں خون بنا کر دوڑا دی ہیں

بیادگار سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی ۱۳۶۱ھ

ایڈیٹر
مظفر حسن نقوی

ہفتہ وار **حسینی پیغام** بمبئی ۳

چندہ
سالانہ .. .. للعہ
ششماہی .. .. عہ
فی پرچہ .. .. .. (پانچ پیسہ) ۱؍

جلد ۱ | بمبئی یوم جمعہ مورخہ ۱۲ر جون ۱۹۴۲ء مطابق ۲۷ر جمادی الاول ۱۳۶۱ھ | نمبر ۲۰

قومی ترانہ

(شاعر اہلبیت حضرت نجم آفندی کا)

عہد زمیں ہمارا دور زماں ہمارا
سو ہوں جہاں جو ایسے ہر اک جہاں ہمارا

دریائے خوں سے گذرا توڑے حصار آہن
منزل کی دھن میں نکلا جب کارواں ہمارا

اعلان کر رہا ہے سورج ابھر ابھر کر
شمشیر حیدری ہے قومی نشاں ہمارا

ہم کیوں کریں زباں سے تیور بتا رہے ہیں
ہندوستاں ہمارا ہندوستاں ہمارا

دشمن ہو ذرہ ذرہ ہم دوست ہی رہیں گے
ہر ذرۂ وطن ہے آرام جاں ہمارا

قائم ہے جن سے دنیا انکو مٹائے گی کیا
مفہوم زندگی ہے نام و نشاں ہمارا

اک لفظ کربلا میں تفصیل ہر بلا ہے
کیا ذکر آزمائش کیا امتحاں ہمارا

قلت کا شور بیجا کثرت کا زور باطل
اک قوم ہے مکمل ہر نوجواں ہمارا

معیار حریت ہے اسلام کا تمدن،
ہے ملک حریت میں سکہ رواں ہمارا

پہلا قدم ہمیشہ ہے صلح و آشتی کا،
اور دوسرا قدم ہے محشر نشاں ہمارا

یہ نجم کا ترانہ قومی رجز بنا ہے
اب حشر تک رہیگا شاعر جواں ہمارا

ہفتہ وار حسینی پیغام بمبئی (جلد ۱، جمعہ ۱۲ر جون ۱۹۴۲ء (نمبر ۲)

جنگ کی رفتار

گذشتہ ہفتہ جنگ کے مغربی محاذ پر سرگرمیاں بڑھی رہیں، مشرق بعید، مشرق وسطی اور روس کے میدانوں میں متحارب طاقتیں اپنا پورا زور شدت سے ایک دوسرے سے ٹکراتی رہیں مگر سوائے مڈوے کے جہاں مڈوے کے قریب بحری جنگ میں جاپان کو اپنا بیڑہ ہٹانا پڑا، ابھی کسی مقام پر لڑائی کا فیصلہ نہیں ہو سکا۔

جاپانی طیاروں نے الاسکا کے مشہور بندرگاہ ڈچ ہاربر پر حملہ کر دیا اور اسکے بعد ہی ان کا بحری بیڑہ مڈوے کے جزائر پر آمد ہو گیا، شاید ڈچ ہاربر پر جاپانی طیاروں نے حملہ اسلئے کیا ہو کہ امریکنوں کی توجہ الاسکا کیطرف مبذول کرا دی جائے اور اس کے ساتھ ہی مڈوے پر قبضہ کرنے کی کوشش کیجائے مگر امریکن ایڈمرل کو پہلے ہی سے یہ خطرہ محسوس ہو رہا تھا کہ جاپانی مڈوے پر حملہ آور ہوں گے، اس لئے اس نے اس مجمع الجزائر کے تحفظ کے لئے اپنا پورا بحری بیڑہ جمع کر دیا تھا چنانچہ جب جاپانی بحری اور فضائی بیڑوں نے مڈوے پر حملہ کیا تو امریکن بیڑا اپنی پوری طاقت سمیت اسکے مقابلہ میں آ گیا، جاپانیوں کو سخت نقصانات اٹھانے کے بعد مجبوراً پسپا ہونا پڑا مگر ان کی اس پسپائی کو جاپانی بیڑے کی شکست نہیں ٹھہرایا جا سکتا، چنانچہ امریکن بحری بیڑے کے کمانڈر انچیف ایڈمیرل کنگ نے بھی اپنے بیان میں یہ تصریح فرما دی ہے کہ جاپانیوں کو مڈوے میں شکست نہیں ہوئی ہے بلکہ انھوں نے اپنے نقصانات کے پیش نظر اپنے جہاز پیچھے ہٹا لئے ہیں، ایڈمیرل کنگ نے اپنے بیان میں یہ بھی کہا تھا کہ جاپان کے پاس اتنی بحری طاقت اب بھی موجود ہے کہ وہ جارحانہ حملے کر سکتا ہے چنانچہ آپکا یہ اندازہ درست ثابت ہوا اور جاپانیوں نے مڈوے سے ہٹتے ہی الیوشین کے جزیروں میں بحری جنگ شروع کر دی جو اس وقت پوری تیزی سے جاری ہے، ٹوکیو ریڈیو یہ دعوی کر رہا ہے کہ جاپانی فوجوں نے مجمع الجزائر الیوشین میں چند جزیروں پر بھی قبضہ کر لیا ہے مگر امریکن ان کے اس دعوے کی تردید کر رہے ہیں۔

ایک ہی ہفتہ میں امریکن مقبوضات پر جاپان کے تین حملے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ دشمن بحرالکاہل میں اپنی سیادت قائم کرنے پر تل گیا ہے اور اسکی خواہش ہے کہ الیوشین، مڈوے، ہوائی اور دوسرے امریکن مقبوضات کا خاتمہ کر کے اس حریف کو اپنی راہ سے ہٹا دے جو بحرالکاہل میں اسکی سیادت کیلئے ایک مستقل خطرہ بنا ہوا ہے۔

جاپانی یہ بھی کوشش کر رہے ہیں کہ آسٹریلیا کی ناکہ بندی کر دیں اور امریکہ سے اس کو سامان نہ پہنچنے دیں، اس مقصد کے پیش نظر انھوں نے آسٹریلیا کے مغربی ساحل پر آبدوزیں بھی پھیلا دی ہیں مگر آسٹریلین طیارے دشمن کی سرگرمیوں کا برابر جواب دے رہے ہیں اور اسے ابھی تک اپنے مقاصد میں کامیابی نہیں ہو سکی ہے۔

چین میں زور و شور سے جنگ جاری ہے، حریت پسند چینی جانباز دشمن کے سیلاب کو جان کی بازی لگا کر روکے ہوئے ہیں مگر ان کو اتحادیوں کی امداد درکار ہے کیونکہ اسکے بغیر وہ جارحانہ پہلو کبھی اختیار نہیں کر سکتے بلکہ ہمیشہ اسی پر مجبور ہیں کہ مدافعانہ روش باقی رکھیں جو ظاہر ہے کہ زیادہ سودمند ثابت نہیں ہو سکتی۔

معلوم ہوا ہے کہ امریکہ اور برطانیہ نے کچھ فضائی دستے چین کو روانہ کئے ہیں مگر چونکہ ابھی یہ نہیں معلوم ہوا ہے کہ یہ فضائی طاقت کتنی بڑی ہے اس لئے اس پر سکون یا اطمینان کا مظاہرہ کرنا بے سود ہے، اتحادیوں کو چاہئے کہ وہ چین کو اسوقت تک طیارے روانہ کرتے رہیں جب تک کہ اس کو فضائی تفوق حاصل ہو جائے۔

روس میں خارکوف کے بعد سیباستوپل میں جنگ ہو رہی ہے، ایک لاکھ جرمن سپاہی توپوں ٹینکوں اور طیاروں کی مدد سے روسیوں کی اہم چھاؤنی پر زبردست حملے کر رہے ہیں مگر روسی فوج کامیاب مدافعت کر رہی ہے، کہا جاتا ہے کہ سیباستوپول کیلئے بھی ویسی ہی خوفناک جنگ ہو رہی ہے جیسی کہ کرش کیلئے ہو چکی ہے، روسیوں کو سمندری راستہ سے مدد مل رہی ہے اس لئے کہ بحیرہ اسود میں ابھی تک روسی بیڑہ کا راج ہے۔

سیباستوپل بحیرہ اسود میں روس کی اب سب سے بڑی بندرگاہ ہے اور جنوب میں اسکو تقریباً ویسی ہی اہمیت حاصل ہے جیسی کہ شمال میں مرمانسک یا لینن گراڈ کو، اس لئے روسی اسکے تحفظ کیلئے کوئی کوشش اٹھا نہ رکھیں گے۔

لیبیا میں پندرہ روز سے جو جنگ ہو رہی ہے وہ اب بھی پورے زور و شور سے جاری ہے، بیراکیم اور نائٹس برج کے علاقوں پر جرمن برابر حملے کر رہے ہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ جنرل رومیل نے اپنی پوری طاقت اس میدان میں لگا دی ہے۔ برطانوی بکتربند دستے اور برطانوی طیارے دشمن پر زبردست جوابی حملے کر رہے ہیں۔ م م

از : شاہدہ آنو شہ آکرد

اگر میں ڈکٹیٹر ہوتا ؟

(۱) تو حسینی پیغام کے ایڈیٹر کو شیعہ لیڈروں سے بغاوت کرنے کے جرم میں یا تو نقلی فتوے سے "کافر" بنوا دیتا، اور یا پھر انکو قومی مسائل سے سبکدوش ہونے پر مجبور کر دیتا!

(۲) تو شیعہ کانفرنس کے اراکین کو اس پر مجبور کر دیتا کہ وہ کانفرنس کو علما کے حوالے کر دیں۔

(۳) تو ہر شیعہ کو اسپر مجبور کرتا کہ وہ دنیا میں ترقی کرے اور اس کے لئے وہ راہیں اختیار کرے جو ملت شیعہ کے محبوب قائد سید تقیر جعد رضوی وکیل (ا، اد تبلائیں۔

(۴) تو شیعہ مالداروں کو اس پر مجبور کرتا کہ وہ مل کھولیں اور ان میں بےشغل لوگوں کے نوکریوں کا انتظام کر دیں۔

(۵) تو گاندھی جی کو ہمالیہ پہاڑ پر رہنے کا حکم دیتا کہ وہ اپنے بےعمل اور رجعت پسند فلسفہ تشدد سے ملک کی ذہنیت خراب نہ کریں

(۶) تو تمام شیعہ اخبارات کو اس پر مجبور کر دیتا کہ وہ صرف ایسے ہی مضامین شائع کریں جو ملت شیعہ کی تعمیر جدید میں معاون ہوں۔

(۷) تو حضرات قلما کو اس پر مجبور کرتا کہ وہ اپنی تمام تر قوتیں قوم کی نشاۃ الثانیہ پر صرف کریں۔

(۸) تو بے عمل شیعہ لیڈر سازش کر کے میرے خلاف بغاوت کھڑی کر دیتے اور انکی وہ صلاحیتیں جو کبھی قوم کو جگانے میں صرف نہیں ہوئیں میری کاوو ہلانے میں معروف ہو جاتیں

خداداد نوجوان کے قلم سے :-

میں پوچھتا ہوں کہ کیوں ؟

(۱) راجہ جی کی تحریک پر کانگریس کے وہ لیڈر بھی چراغ پا نظر آتے ہیں جو اتحاد کے بڑے بڑے علمبردار بنتے تھے۔ ؟

(۲) شیعہ کانفرنس کے اراکین شہری دفاع کے معاملہ میں ذمہ داریوں سے بچنے کی سعی کرتے ہیں ؟

(۳) گاندھی جی ہندو مسلم اتحاد کو ناممکن بتلا رہے ہیں؟

(۴) شیعہ پولیٹیکل کانفرنس شیعوں کے مطالبات کی ایک فہرست تیار کر کے منظوری کے لئے مسلم لیگ کے سامنے پیش نہیں کرتی ؟

(۵) بمبئی میونسپل کارپوریشن نے ابھی تک اپنی تجویز کے مطابق "یادگار حسینی روڈ" کے بورڈ نصب نہیں کرائے"؟

(۶) شیعہ اوقاف چند متولیوں کے ہاتھوں کا کھلونا بنے ہوئے ہیں اور قوم ان کو اپنے ہاتھوں میں لینے کی کوشش نہیں کرتی ؟

(۷) شیعہ کانفرنس کے بےعمل عہدہ داران قوم کے بار بار کے مطالبوں کے باوجود اپنے عہدوں سے مستعفی نہیں ہو جاتے؟

(۸) لاکھوں انجمنوں کی موجودگی کے باوجود قوم میں تنظیم اور اتحاد نظر نہیں آتا ؟

(۹) قوم کا مالدار طبقہ جو لیڈری کے لئے مرا جا رہا ہے قومی اخبارات کی سرپرستی نہیں کرتا ؟

(۱۰) بعض لوگ حضرات مجتہدین کا نمائندہ بنا کر دعوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں ؟

(۱۱) حضرات علمائے کرام مراسم تبلیغ اور توہم پرستیوں کو دور کرنے کے لئے عملی مجاہدہ شروع نہیں کرتے ؟

انجمن خدام القرآن کا جلسہ

گزشتہ اتوار کو انجمن خدام القرآن کا جلسہ محفل شاہ خراسان میں جناب رضا حسین صاحب جلالی کی صدارت میں منعقد ہوا جسمیں اولاً تو تمام حاضرین نے فرداً فرداً کلام پاک کی تلاوت کی اور آیات مبارکہ کے معنی بتلائے اور تفسیر بیان کی اس کے بعد ذاکر حسین صاحب فاروقی رکن ادارہ روزنامہ اجمل بمبئی نے ہندوستان میں مسلمان حکومت کے زوال کے داخلی اسباب پر ایک پرمغز اور تفصیلی تقریر فرمائی۔ آپ کے بعد جناب حسن الحسن صاحب نے زبان عربی کی ترویج و اشاعت پر زور دیا، ایک اور فاضل مقرر نے اسلامی سینیٹ کے قیام اور اس کے منشاء پر ایک فاضلانہ تقریر کی۔

ذاکر حسین صاحب فاروقی بی اے۔ کی تقریر کے اہم اجزا ہم ایک مضمون کی شکل میں آئندہ نمبر میں پیش کریں گے، اور ہمیں یقین ہے کہ آپنے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان سے مسلمان اپنی سلطنت کے نزاع کے اسباب کو اچھی طرح سمجھ جائیں گے اور ان خرابیوں کو اچھی طرح سمجھ لیں گے جنکی وجہ سے انکو اپنی حکومت سے ہاتھ دھونا پڑا۔

جناب مولانا عاشق عباس صاحب قبلہ نے نہج البلاغہ سے امیر المومنین کے اقوال مبارکہ سنائے۔ اور جلسہ [illegible] صاحب کے شکریہ کے بعد ختم ہوا۔

مجاہد اعظم سید بشیر احمد رضوی زندہ باد

یہ وہ عظیم الشان قائد ملت ہے جس نے ادارۂ تنظیم المومنین کی بنیاد قائم کرکے اپنے شبانہ روز عملی مجاہدوں اور بیدار کن بے پناہ مسلسل اور موثر تقریروں سے شیعہ جماعت کے جسد بیجان میں زندگی کی وہ روح آن واحد میں پھونک دی کہ جماعت وملت کا ہر فرد پیرو جوان ۔ مرد وعورت حیات جاودانی کا شیریں خواب دیکھنے لگا ۔ اور تحفظ و قیام مذہب ملت پر بڑی سے بڑی قربانی کرنے کا ایسا جذبہ و عمل پیدا کر دیا جس کا مظاہرہ محاذ حسینی میں دنیا نے دیکھ لیا ہے ۔ یہ اسی مسیح قوم کی جد و جہد کا ادنی کرشمہ تھا جس نے اپنے مخلصانہ طرز عمل اور سبق آموز ایثار سے لکھنو کی غافل مخلوق کے جمود و فروگذاشت مردہ دلی و مایوسی کو حوصلہ مندی و ہمت پسندی سے مبدل کر دیا ۔

یہ وہی قائد ملت ہے ۔ جس نے اپنے موجد دماغ سے شمس و شمشیر کا قومی نشان قائم کیا ۔ سپاہ عباسیہ مرتب کی ۔ وردی کی ایجاد کی ۔ حیدری و عباسی کیمپ کو وجود میں لایا ۔ گاڑھے کی ٹوپی و کرتے کو قومی پوشاک مقرر کیا ۔ ہر محلہ میں کشتی و لکڑی کے واسطے اکھاڑے قائم کئے ۔ اقتصادی اہمیت دکھا کر تجارت کی طرف متوجہ کیا ۔ اور دکانیں کھلوائیں ۔ باہمی محبت قائم کرکے اسلامی اخوت کا جذبہ پیدا کیا ۔ افسردہ دلی میں ہمت اور امکان کا طوفان پیدا کیا ۔ بے عملی میں لامتناہی عمل کی برقی قوت پیدا کی ۔ ۱۳ر رجب کی روشنی میں چار چاند لگا دیئے ۔ نیمہ شعبان کے جلسہ کو رونق دی ۔ جلوس فلسطین کو کثیر ازدحام کے ساتھ شہر میں فلک شگاف نعرہ ہائے حیدری کی گونج میں گشت کرا کر امین الدولہ پارک میں شیعوں کے بے نظیر اجتماع کا مظاہرہ کیا ۔ کمال ڈے ۔ اردو ڈے اور حیدرآباد ڈے میں اسلامی اتحاد کی شان پیدا کی ۔ سیاسیات کے نئے نئے سبق دے کر شیعہ جماعت کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے واسطے تیار کیا ۔ ۳۷ء کے اجلاس شیعہ پولیٹیکل کانفرنس میں شیعہ جماعت کا سیاسی مکمل آزادی قرار دیا ۔ رسوم قبیحہ و روایات جن کو جزو مذہب قرار دے کر مذہب کے پردہ میں قوم سے ناجائز فائدے اٹھائے جاتے تھے ان کی بدعت اور تباہ کن صورتوں کو دکھا کر ان کو شہیدی مسلک اور آئمہ المہار کے حقیقی نظریہ کی طرف متوجہ کیا ۔ امام باڑوں کی چہار دیواری میں مقید قوم کو شیر دل بنا کر تقیہ شکن میدان عمل میں انتہائی جرأت ۔ بہادری اور قوت مقابلہ کے ساتھ لاکر کھڑا کر دیا ۔ اپنے جامع ۔ مدلل اور عمیق مواعظ سے تبلیغ کے معیار کو بدل دیا اور فن فلکری و مذہبی تقریروں سے ایسا انقلاب پیدا کیا کہ شیعہ جماعت زندگی کے عملی پہلو کی طرف رجوع ہو جائے ۔

قید و بند کے مصیبت سے دب جانے والے جذبات کو آئمہ المہار کی سیرت اسیری پیش کرکے شیعہ جماعت کے امراء و غلطین ذاکرین اور مجتہدین کو زندان میں خوشی خوشی جانے اور مصائب جھیلنے کے واسطے آمادہ کیا ۔ شیعہ قومی اداروں اور خود غرض لیڈروں کی ظاہرداری ۔ ریاکاری اور بے عملی کے رازہائے پنہاں کو اپنے مضامین ۔ تقاریر اور رسالوں سے تحفظ قوم کے واسطے افسانہ کر دیا ۔

امراپرستی اور سرمایہ داری کی استبدادیت اور مطلق العنانی کی حق کش ذہنیت کو شکست کرکے غربا پروری اور برادرانہ اخوت کے نظریہ کو پیش کیا ۔ یہی وہ ذات ہے جس نے حلقہ کمیٹی اور محلہ کمیٹی شہر لکھنو میں قائم کرکے محلہ وار جلسے کرکے اپنی تقریر اور عمل سے سب کو منظم کرتے ہوئے ایک مضبوط اور متحد الخیال جماعت بنا دیا ۔ یہی وہ بلند مرتبت ہستی ہے جس نے قلیل سے قلیل مدت میں ایسے رفقا کار پیدا کرلئے جو کہ تقریر و تحریر اور عمل میں اپنی مثال خود تھے ۔ اور دوسروں کے واسطے نمونہ بن گئے تھے ۔ یہی وہ شخصیت ہے جس نے جیل خانہ میں رہ کر بیماری کی حالت میں برہنہ سر رہ کر [illegible] جس نے سب سے پہلے بھوک ہڑتال کرکے سیروں خون ناک منہ سے اگل کر اور اپنی زندگی کو موت کے حوالہ کرتے ہوئے پوری قوم کو سبق دے کر اس کی شان بڑھائی ۔ یہی وہ مجاہد ہے جس کو جیل میں زہر دیکر ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی اور وہ بفضلہ موت سے بچ گیا ۔ یہی وہ دور اندیش اور نکتہ رس ہستی ہے جس نے اپنے اخبار پیغام سے ۱۵ اپریل ۱۹۴۲ء کو شیعیان ہند کا متفقہ مطالبہ قرار دیا اور اپنے مضمون بعنوان "ایک بیچارہ کا صدائے گم گشتہ" سے التوا مجاز کے خلاف آواز بلند کی ۔ یہی وہ ہستی ہے جس نے مختلف مواقع پر شیعہ جماعت کو ذلیل مصالحت سے محفوظ رکھا اور مصالحتی کمیٹی میں شیعہ جماعت کے نظریہ کو پیش کیا ۔ یہی وہ ذات ہے جس نے اسمبلی میں بھی اپنی شہادت سے شیعوں کے نظریہ کو مضبوط کیا ایسے ہی بے شمار دوسرے کارنامے ہیں جن کو مناسب وقت پر پیش کیا جائے گا ۔ مگر افسوس اس پر بھی حاسدوں اور منافقوں نے ایسے بہادر مخلص کے ساتھ ایسا برا سلوک کیا کہ ان کو مجبوراً شہر لکھنو سے شہر الہ آباد میں ہجرت کرنا پڑا

[illegible] اور تاریخ وہ ہم سے اس طرح دور ہے کہ نگاہیں اسکے دیدار کی مشتاق اور دل العجب ! کہ اسکی قیادت کیوجہ سے مفسر تنظیم المومنین کے ابتدائی انقلابی دور کا موجودہ مجبور دور سے موازنہ کر سکتے ہیں وہ ہی کہنا پڑتا ہے

ذاکر حسین فاروقی بی اے

جناب زینب سلام اللہ علیہا

کربلا کا دل گداز سانحہ تاریخ عالم کا ایک ایسا دردناک باب ہے جسکے تصور سے بھی روح کانپ اٹھتی ہے مگر درد و کرب کے اس تاریک بادل میں ہدایت و رشد کی ایسی ایمان افروز بجلیاں بھی چمکتی نظر آتی ہیں جنکی تابش جہاں سے آج تک اسلام کا مبارک چہرہ تابندہ و درخشندہ نظر آ رہا ہے۔

یہ معرکہ تسلیم و رضا حق و صداقت کی خاطر وجود میں آیا۔ اس واقعہ کا ہیرو وہ انسان ہے جس کی صداقت۔ ایمان شعاری، اسلام نوازی اور ہدایت آفرینی میں شک و شبہ کا محل نہیں امام حسینؑ اور انکے باوفا اصحاب نے جس مقصد عظیم کی خاطر اپنی جانوں کی قربانی پیش کیں وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہر سال ان حق کے سرفروشوں کی یادگار عالیشان پیمانہ پر منائی جاتی ہے اور اسلامی دنیا کربلا کے شہداء کی فقید المثال قربانی کے سامنے سر عقیدت خم کرتی رہتی ہے۔

حسین علیہ السلام اور ان کے تمام ساتھی ایمان اور ہدایت کے پتلے تھے۔ ان کے قول اور عمل کا محور اسلام تھا، ان کی زندگی کی ایک ایک سانس دین حق اور ملت بیضا کی خاطر وقف تھی چنانچہ کربلا کے تپتے ہوئے میدان میں بھی انھوں نے انوار ہدایت بکھیرنے میں کوتاہی نہیں کی اور تلواروں کے سایہ میں بھی اسلام کا پیغام سناتے رہے۔

ہدایت و تبلیغ کا فریضہ کربلا میں مردوں ہی نے انجام نہیں دیا۔ بلکہ مستورات نے بھی تباہیوں اور آفتوں کے ان طوفان میں جو یزیدی فوجوں کی صورت میں کربلا کے مجاہدین پر چھایا ہوا تھا رشد و ہدایت کے وہ موتی بکھیرے ہیں کہ جس کی تابندگی ابدالآباد تک باقی رہے گی۔

واقعہ کربلا میں جو خاتون ہم کو سب سے زیادہ نمایاں نظر آتی ہیں وہ جناب زینب ہیں۔

جناب زینب خاتون رسول مقبول کی نواسی جناب فاطمہ زہرا کی بڑی صاحبزادی حضرت علیؑ کی پارۂ جگر امام حسینؑ اور امام حسنؑ جیسے عظیم الشان اسلامی قائدین کی بہن تھیں آپ کی رگوں میں علیؑ کا خون دوڑ رہا تھا اور آپ کی نفس نفس میں خانوادہ رسالت کی شمیم

رباعی

حق باطل کو زمانے سے مٹایا تو نے
پردۂ ظلمت کا نگاہوں سے ہٹایا تو نے
[illegible] سر دار اے شبیر ہوئے [illegible]
دامن دین کو گلزار بنایا تو نے

جعفری اعظم گڈھی۔

جناب زینب صلواۃ اللہ و سلام علیہا نے بار بار اپنے نانا حضرت رسول مقبول اپنے والد ماجد حضرت علی مرتضیٰ۔ اپنی والدہ محترمہ اور اپنے بھائیوں کی زبانی کربلا کے واقعات کی پیشین گوئیاں سنی تھیں آپکو ان شدائد کا بھی علم تھا جو کربلا کی سرزمین پر ہونے والی تھیں۔ آپکو یہ بھی معلوم تھا کہ امام حسین کی شہادت کے بعد اہل حرم کو اسیر کیا جائیگا۔ مگر اس کے باوجود بھی محض تبلیغ و اشاعت اسلام کے جوش میں آپ اپنے بھرے ہوئے گھر کو چھوڑ کر عازم کربلا ہوئیں، اور جب محمد بن حنفیہ نے امام حسین علیہ السلام کو منع کیا کہ آپ اہل حرم کو اپنے ہمراہ دشت و بلا کی طرف نہ لیجائیں تو آپ نے حضرت محمد بن حنفیہ کی زبردست مخالفت کر کے فرمایا۔ بھیا محمد یہ ہماری دوستی نہیں ہے کہ تم ہم کو امام کے قدموں سے جدا کر رہے ہو۔ کتنی ہی مصیبتیں کیوں نہ آئیں مگر ہم امام کے ساتھ ہی رہیں گے۔

یہ واقعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ جناب زینب اتنی صاحب عزم اور دلیر تھیں کہ مشکلات کا علم ہوتے ہوئے بھی آپ گھبرانا نہیں جانتی تھیں۔

راستہ میں حضرت مسلم کی سنائی ملی۔ حر نے راستہ روکا۔ دشت نینوا میں خیام نہر کے کنارے سے ہٹا دئے گئے پانی بند ہوا۔ عزیز قتل ہوئے۔ بھائی شہید ہوا۔ اپنے دو بیٹے مارے گئے مگر اللہ رے ثبات کہ آپ کے قدموں میں جنبش نہ ہوئی اور حق پسندی اور تبلیغ صداقت کا جو جذبہ دل میں موجزن تھا وہ کسی طرح کم نہ ہونے میں آیا۔ چنانچہ ابن زیاد اور یزید کے درباروں میں جو مکالمہ آپ سے کوفہ اور دمشق کے حکمرانوں سے ہوا اس نے ثابت کر دیا کہ سیدہ النساء کی صاحبزادی آلام پر آلام سہنے کے بعد بھی وہی جرأت رکھتی ہے جو ابتدائی وقت سے اس کے دل میں موجود تھی۔

اسلام اور مسلمانوں کی جو محبت آپ کے دل میں تھی اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب آپ حالت اسیری میں کوفہ میں داخل ہوئیں تو آگے آگے سر ہائے شہداء تھے اور پیچھے پیچھے اونٹوں پر ننگے سر اہل حرم ایک مرتبہ آپ نے یہ ملاحظہ کیا کہ کسی نے امام مظلوم کے سر بریدہ پر پتھر مارا جس سے سر مبارک کو صدمہ پہونچا، اور تازہ خون اس سے بہنے لگا بہن کا دل تھا تڑپ گیا اور آپ نے چاہا ظالموں کے لئے بددعا کریں۔ اسوقت آپ کی نظر امام کے سر بریدہ پر دوبارہ پڑ گئی۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ امام کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، یکایک آپکو آواز سنائی دی بہن زینب خبردار بددعا نہ کرو ورنہ جس امت کو بچانے کے لئے میں نے اتنی بڑی قربانی پیش کی ہے وہ برباد ہو جائے گی۔ اس آواز نے زینب کو بیخود کر دیا امت کا درد آپ کے دل میں بھی اسی شدت سے لگا اور باوجود اس کے

کہ جفاکاروں نے آپ پر ستم توڑنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا۔ آپ نے ان کیلئے بددعا نہیں کی۔

انتقام کی طاقت رکھتے ہوئے انتقام نہ لینا خود ظلم سہنا مگر ظالم امت کے لئے بددعا نہ کرنا۔ بے پناہ جور و ستم کا نشانہ بنا اور طاقت رکھتے ہوئے صبر کرنا زینب ہی جیسی عالی نفس خاتون کا کام تھا۔

اولاد ہر عورت کو عزیز ہوتی ہے، اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ کو محض پیاسی اور بے بسی دیکھ کر کچھ شک سا ہو گیا تھا جس پر انکا اضطراب اتنا بڑھا تھا کہ تاریخوں میں آج تک مذکور ہے، مگر فخر اور اسمٰعیل زینب بنت علی کے دل کو دیکھئے کہ آپ نے رات بھر بچوں کو یہ تلقین کی کہ عون و محمد دیکھو کل یوم امتحان ہے تم علی جیسے بہادر کے نواسے اور عبداللہ بن جعفر جیسے مشہور سپاہی کے لال ہو۔ اس لئے کل حسین اور اولاد حسین پر اپنی جانیں پہلے نچھاور کر دینا اور مجھے اس قابل کر دینا کہ روز محشر میں اپنے نانا رسول اللہ سے کہہ سکوں کہ میں نے فرزند رسول اللہ پر اپنے دونوں نونہال قربان کر دیئے۔

تاریخ ایسی عورتوں کی مثال تو پیش کر سکتی ہے جنھوں نے بخوشی اپنے بچوں کو میدان قتال میں روانہ کر دیا۔ مگر ایسی ماں کی مثال پیش نہیں کر سکتی کہ جس کے سامنے اس کے دونوں بچوں کی لاش آئے۔ اور وہ وفور مسرت میں سجدہ کر کے پکار اٹھے۔

" یا الٰہی میں ہزار ہزار شکر ادا کرتی ہوں تیرا کہ تو نے میری قربانی قبول کی اور میرے نونہالوں کو اسلام کا فدیہ تصور فرمایا "

ایسی عورت سوائے جناب زینب کے تاریخ میں آپکو کوئی نہ ملیگی جس نے اپنے بچوں کی شہادت پر خدا کا شکر ادا کیا ہو اور اس چیز پر مسرت کا اظہار کیا ہو کہ اس کے بچے اسلام پر نچھاور ہو گئے۔

اسی سلسلہ میں ایک دردناک واقعہ اور ہے "

عاشور کا دن گذر جانے کے بعد جبکہ تمام بی بیاں اپنے وارثوں اور عزیزوں کی لاشوں پر گریہ و زاری فرما رہی تھیں حمید بن مسلم اپنا بیان کرتا ہے کہ میں اس منظر کا معائنہ کرتا ہوا نشیب کی طرف سے گذر رہا تھا جہاں امام ... کی نعش کے پاس ایک بی بی گریہ فرما رہی تھیں، ان محترمہ نے جب حمید کو دیکھا تو فرمایا عمر سعد کے ساتھیو بس تم دن میں ہمکو پریشان کر چکے ہو خدارا ہمکو رات کو تو اپنے اعزاء کی لاشوں پر رو لینے دو !

حمید نے عرض کی بی بی میں تو لشکر کا مورخ ہوں آپ پریشان نہ ہوں۔ میں محض واقعہ نویسی کیلئے گشت کر رہا ہوں۔ مگر کیا آپ مجھے بتلا سکتی ہیں کہ آپ کون ہیں ؟۔

محترمہ طاہرہ نے فرمایا۔ میں دکھیاری زینب ہوں۔ حسین کی بہن۔ جو اپنے بھائی کی لاش پر رونے کیلئے آئی ہے۔

حمید نے کہتا ہے کہ میں نے ان محترمہ سے پوچھا شاہزادی میں نے دیکھا ہے کہ تمام شہداء کی لاشوں پر بی بیاں رو رہی ہیں مگر دو بچوں کی لاشیں ایسی نظر آئیں جن پر کوئی رونے والا نہیں کیا ان بچوں کا وارث کوئی اس میدان میں نہیں ہے ؟

اہل دل سینوں پر ہاتھ رکھ لیں اسلئے کہ زینب خاتون نے جو جواب دیا ہے وہ ایسا دردناک ہے کہ جس سے سینہ پھٹ جاتا ہے آپ فرماتی ہیں کہ بھائی وہ میرے بچوں کی لاشیں ہیں۔ اگر میں انکی لاشوں پر روتی ہوں تو حسین مظلوم کی لاش پر رونے والا کون ہے ; مادر گرامی زہرا تو زندہ نہیں ہیں کہ وہ اپنے فرزند کے غم میں آنسو بہائیں۔ اس کے علاوہ مجھے اپنے بچوں سے زیادہ حسینؑ عزیز تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ میں نے اپنے دونوں لال حسینؑ پر سے نثار کر دیئے۔ ایسی حالت میں یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں حسین کی لاش چھوڑ کر ان کی لاش پر گریہ کروں۔ "

یہ کتنے بڑے ایثار کی مثال ہے ؟ حق پسندی کی مثال۔ دیکھنا ہو تو کوفہ کے دربار میں دیکھئے جہاں ابن زیاد اپنے پورے جاہ و جلال و تمکنت سے تخت حکومت پر بیٹھا ہوا ہے۔ اور اہلبیت رسول قیدیوں کی صورت میں اس کے سامنے کھڑے ہیں۔ ابن زیاد تین مرتبہ رسول کی نواسی کو پوچھتا ہے جناب زینب خاموش رہتی ہیں، مگر بالآخر آپ کو اس سے کلام کرنا پڑتا ہے۔ آپ فرماتی ہیں، او دشمن خدا تو نے نیکوں اور بزرگوں میں ہماری ہتک کی، اور اب پھر ہمکو پوچھتا ہے بتا تو کیا کہنا چاہتا ہے ؟ "

ابن زیاد۔ خدا نے تمہیں اور تمہارے جد کو (نعوذ باللہ) جھٹلایا اور انھیں ذلیل کر کے ہمکو مطمئن کیا۔

جناب زینب :۔ او دشمن ایمان خدا فاسق کی تکذیب کرتا ہے اور جھوٹوں کو ذلیل کرتا ہے۔ یزید تو فسق و کذب پر عامل ہے

ابن زیاد :۔ تمہارے بھائی نے چاہا کہ یزید سے خلافت لیں مگر انکی امید منقطع ہو گئی۔

جناب زینب :۔ وائے ہو تجھ پر اگر میرے بھائی خلافت کی خواہش کرتے تو وہ اس کے مستحق تھے۔ مگر تو اپنے کو جواب کے لئے تیار رکھ اس لئے کہ ایک روز خدا کے سامنے جانا ہے۔

یہ جواب سنکر ابن زیاد سناٹے میں آ گیا، اور بنت اسد اللہ کی بے باکی جرأت اور حق پسندی سے اتنا متأثر ہوا کہ اس نے قیدیوں کو دربار سے قید خانہ میں روانہ کر دیا۔

اس بادشاہ جابر کے سامنے جو جان کا دشمن ہو اسیری کی حالت میں بھی اتنی بے باکی۔ اور حق گوئی سے گفتگو کرنا زینب ہی جیسی شیر دل خاتون کا کام تھا۔

جناب زینب فن خطابت میں بھی کمال رکھتی تھیں۔ چنانچہ کوفہ کے بازاروں میں آپ نے تقریریں کیں تو کوفہ والے اقرار کرتے تھے کہ اسلامی دنیا کے سب سے اچھے خطیب علی مرتضٰی یہ تقریریں سننے کے بعد یاد آ جاتے ہیں۔

جناب زینب کی خطابت کی اس سے بڑھ کے اور کیا سند ہو سکتی ہے کہ آپ کی تقریر سنکر لوگوں کے دلوں میں علی مرتضٰی کے خطبات گونجنے لگتے تھے۔

آپکی عبادت و ریاضت کے متعلق کچھ عرض کرنا ہی بیکار ہے اس لئے کہ آپ اس رسول کی نواسی تھیں جسکی عبادت کے لئے آیۂ طٰہٰ مآ انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ نازل ہوئی اس عابد شب زندہ دار کی بیٹی تھیں جسکی ایک ہزار تکبیرۃ الاحرام ہر شب میں پڑوس والے گنتے تھے اور اس بھائی کی بہن تھیں جسکا سر بھی جدا ہوا تو سجدۂ خالق میں۔ "

مجاہد اعظم سید بشیر احمد صاحب وکیل ——— گزشتہ سے پیوستہ

ملتِ شیعہ کی تعمیرِ نو

قوم کی غفلت یا اراکین کانفرنس کی ناتجربہ کاری

کانفرنس کی استبدادیت پسند جماعت نے جب سے قوم کی رہبری کی عنان اپنے ہاتھ میں لی ہے اسوقت سے ہم ہر فرار اخبار کی اشاعتوں میں شیعہ کانفرنس کی رپورٹوں اور اراکین کانفرنس کی تقریروں میں یہ سنتے ہوئے آئے ہیں کہ شیعہ کانفرنس کی تنزلی کا باعث قوم کی غفلت اور بےحسی ہے۔ استبدادیت پسند جماعت نے اپنی اس غلط بیانی سے قوم پر الزامات رکھتے ہوئے اپنی غلط کاریوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ ہم اس موقعہ پر ناظرین کے سامنے واقعات پیش کر کے حقیقت حال دکھلانا چاہتے ہیں۔

پہلے تو موجودہ اراکین کانفرنس بھی قوم شیعہ میں شامل ہیں لیکن استبدادیت پسند جماعت بحیثیت کارکنان شیعہ کانفرنس قوم سے علیحدہ رہتے ہوئے اپنے آپکو ایک فریق بنا کر اور شیعہ قوم کو دوسرا فریق قرار دیکر اس پر غفلت کا الزام رکھنا چاہتی ہے۔

شیعہ کانفرنس کی انتظامیہ کمیٹی اور سبجکٹ کمیٹی نے ہر معاملہ میں بحیثیت روح رواں شیعہ کانفرنس کے اندرونی اور بیرونی معاملات میں کام کیا ہے کارکنان کانفرنس کے انتخاب کا دارومدار اراکین کانفرنس کی پسندیدگی پر ہمیشہ رہا ہے —

حاضرین اجلاس شیعہ کانفرنس کے سامنے انتخاب اراکین کا مسئلہ ہمیشہ اسطور پر انتہائی جلدبازی کے ساتھ رکھا گیا کہ انکو کبھی اسکا کافی موقعہ نہ مل سکا۔ کہ وہ اراکین کانفرنس کے انتخاب میں غور و خوض سے کام لے سکیں، جذباتی تقاریر و باہمی تعریف کے اثرات سے حاضرین اجلاس کو وقتی طور پر مشتعل کر کے اراکین کانفرنس نے جو چاہا وہ کیا۔ اسطور پر نااہل اور ناکارہ اراکین کے انتخاب کی کامل ذمہ داری ان اراکین پر ہے جنھوں نے اپنی سفارشات اور اپنی پسندیدگی پر قوم سے ان کے انتخاب کی رضامندی حاصل کر لی۔ ایسی صورت حال میں اراکین کانفرنس اسکا الزام قوم پر نہیں رکھ سکتے کہ قوم نے انتخاب اراکین میں ناسمجھی یا غلط فہمی سے کام لیا۔

کانفرنس کی آجتک یہ کیفیت رہی جسمیں کانفرنس کی انتظامیہ کمیٹی کے ممبران کی تعداد کثیر ہوتی ہے اور جن سے اس امر کی توقعات وابستہ رہتے ہیں کہ وہ قومی معاملات پر ہمیشہ غور و خوض کرتی ہوئی اور گذشتہ تشریں اور تلخ تجربات کا لحاظ رکھتی ہوئی آئندہ کارروائی کیواسطے تجاویز مرتب کریگی اور یوں قوم کی فلاح کیواسطے تجاویز مرتب کرنیکی کامل ذمہ دار ہے۔ اگر یہ سبجکٹ کمیٹی قومی ضروریات کی غلط نباضی کر کے ناقابل قبول تجاویز اپنے بحث مباحثہ کے بعد کانفرنس کے پلیٹ فارم لاتی ہے اور حاضرین اجلاس کو بغیر کافی موقع دیئے ہوئے جلدبازی کیساتھ اس کے محرک و موید کی پرجوش جذباتی تقریروں سے منظور کرا لیتی ہے تو اسکا الزام قوم پر کسی طرح نہیں عائد کیا جا سکتا۔ کیونکہ قوم کی رہنمائی ان اراکین کانفرنس پر ہے جنکی نقل و حرکت اور جدوجہد پر قوم نے کامل بھروسہ کیا ہے تجاویز کے پاس ہو جانے کے بعد اس کے عمل درآمد کے ذمہ دار زیادہ تر مجلس انتظامیہ کے وہ ممبران ہیں جنھوں نے اپنی موجودگی میں ایسی تجاویز لیڈر فزا صورت حال دکھا کر پاس کرائی ہیں۔ اگر وہ تجاویز آئندہ عملی جامہ نہیں پہنتی ہیں تو انکی کامیابی کی ذمہ داری پوری طرح کانفرنس کی مجلس انتظامیہ پر ہے۔

تجاویز کی ناکامیابی یا تو کانفرنس کی مجلس انتظامیہ کی عملی غفلت کیوجہ سے ہوتی ہے یا مجلس انتظامیہ کی اس ناتجربہ کاری کی وجہ سے ہوتی ہے جسکی تجاویز ملتمت میں اس قوم کی قوت عمل طاقت برداشت اور ضرورت کا بغیر اندازہ کئے ہوئے منظور کرائی جاتی ہیں۔ ان ہر دو صورتوں میں اراکین کانفرنس ہی ذمہ دار ہیں۔ نہ کہ قوم۔ اراکین کانفرنس کا یہ فرض منصبی ہے کہ قوم کی صحیح ضرورت اور عملی امکان کا لحاظ رکھتے ہوئے تجاویز اسطور پر منظور کرائیں کہ اسکی کامیابی کا پورا یقین ہو۔ ہم جبکہ آل انڈیا شیعہ کانفرنس کی لاتعداد تجاویز پر گہری نظر ڈال کر قوم کی ضرورت اور طاقت عمل سے موازنہ کرتے ہیں تو ہمکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اراکین کانفرنس نے تجاویز کے مرتب کرنے میں صرف اسکا لحاظ رکھا ہے کہ وہ دوسری قوموں کی تجاویز کی بغیر سوچے سمجھے نقل کر کے دنیا کو یہ دکھائیں کہ ان کے کانفرنس نے بھی اپنی۔ بیداری اور زندگی کا ثبوت دیا ہے۔ ورنہ ایک رزولیوشن کا بھی تعلق قوم کی صحیح ضرورت سے نہیں ہے غالباً آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا سہ روزہ اجلاس اپنی اتنی مدت میں آجتک کوئی ایسی صورت پیدا نہ کر سکا کہ تین روز کے وقت کا مصرف بجائے غیر ضروری تجاویز منظور کرانیکے کسطرح کرنا چاہئے۔ اس مجبوری میں اراکین شیعہ کانفرنس نے سہ یومہ اجلاس کا وقت کثیر غیر ضروری تجاویز کے بحث و مباحثہ میں صرف کرنا مصلحت وقت سمجھا اور پھر قوم کے قیمتی وقت اور دولت کو ناقابل عمل تجاویز کے منظور کرانے میں حاضرین جلسہ کانفرنس کو بحث و مباحثہ میں مشغول رکھتے ہوئے انتہائی بیدردی کے ساتھ برباد کیا۔

ہر اعتبار دور اور جماعت شیعہ کانفرنس کی تقسیم اس سے پہلے کی جاچکی تھی اس موقعہ پر شیعہ کانفرنس کی ان بےشمار تجاویز میں سے چند تجاویز کا تذکرہ کیا جاتا ہے جنکو اراکین نے عملی جامہ پہنانے کی کوشش میں قوم کی دولت کا ناعاقبت اندیشی کیساتھ مصرف کیا ہے۔ اور اپنی خام کاریوں اور تجاویز کی ناقابل عمل صورتوں کی وجہ سے ناکامیاب ہو جانیدیا۔ شیعہ بورڈنگ ہاؤس دارالترجمہ۔ شیعہ مشن۔ کارخانہ عکس سازی۔ کارخانہ پارچہ بافی۔ صیغہ وظائف۔ پیسہ فنڈ۔ صیغہ مہر موہی۔ شیعہ صنعتی نمائش۔ صیغہ مردم شماری۔ وغیرہ وغیرہ۔ شعبوں کو قائم کرنیکے واسطے اراکین شیعہ کانفرنس نے قوم کے سامنے مالی امداد کیواسطے دست سوال بڑھایا۔ قوم نے اپنی بےمثال فیاضی سے کام لیکر اراکین شیعہ کانفرنس کے ابتدائی مطالبات فوراً بغیر کسی تشکیک وغیرہ کے

پہونچے گئے مگر اراکین کانفرنس جنکو قوم کی حالت کا صحیح اندازہ تھا اپنی قابلیت کیوجہ سے ان شعبوں کو کامیاب نہ کر سکے اور قوم کو اپنی ناتجربہ کاری سے ہمیشہ تختہ مشق بناتے رہے مجھے تعجب ہے کہ فرقہ شیعہ نے اپنی تعداد میں اسقدر قلیل اور اپنی دولت میں اسقدر مفلس ہونیکے باوجود اراکین کانفرنس کو آزمائش کے اسقدر مواقع دینا کیونکر گوارہ کیا۔ فرقہ شیعہ کی ایسی ہمت کو انصاف پسند حضرات دوسری اقوام کی قومی دادو دہش کا موازنہ کرتے ہوئے کسی طرح معجزہ سے کم نہیں سمجھتے۔ ہمارے فرقہ شیعہ نے اراکین کانفرنس کے مایوس کن طرز عمل کے باوجود ایسی ہمت افزائی کی ہے جسکا جواب تواریخ کے صفحات مشکل سے دے سکتے ہیں۔ ہندوستان کی دیگر اقوام اور جماعتوں نے اپنے رہنماؤں کو آزمائش کے زیادہ سے زیادہ دو تین مواقع دینا گوارا کئے ہیں۔ گاندھی کی ملکی رہنمائی کو دنیا نے تسلیم کیا ہے۔ اور اس نے اپنی پچیس سالہ جدوجہد میں قوم کو منزل معراج پر پہونچا دیا اور زندگی کی ایسی روح پھونکدی ہے کہ آج ہندو قوم دنیا کی زندہ اقوام کی ہمسری کرنے کو تیار ہے ہندو قوم بمقابلہ شیعہ کے دولت میں انتہائی ٹھوس ہے اور اس کی روز افزوں مالی ترقی اس امر کی متحمل ہے کہ وہ کروڑوں روپیہ اپنی تحریکات میں بغیر کسی زحمت کے محسوس کئے ہوئے صرف کر سکتی ہے لیکن اسپر بھی ہندو قوم نے گاندھی کو صرف دو آزمائش کے مواقع دینا گوارا کئے۔ پہلا موقع ترک موالات کی مہم سر کرنیکا دیا اور دوسرا اصول نافرمانی کی تحریک کو کامیاب بنانے کیواسطے دیا۔ جب ہندو قوم نے یہ دیکھ لیا کہ گاندھی اپنی ان دو تحریکوں کے مقاصد کو حاصل نہ کر سکے تو اس قوم نے گاندھی کی عملی رہنمائی کو قبول کرنے میں گریز کرنا شروع کر دیا اور جواہر لعل نہرو کی رہنمائی کو تسلیم کرنا شروع کر دیا۔ گاندھی کے دور اندیش اور دور رس دماغ نے قوم کی بیرخی اور بے اعتمادی کو جلد سے جلد محسوس کر لیا۔ قبل اس کے کہ گاندھی جی سے قوم اپنی بیرخی اور بے اعتمادی کا اعلان کرے اور کانگریس کی ہردلعزیزی ضائع ہو۔ گاندھی نہایت نیک نیتی کیساتھ کانگریس کی عملی رہنمائی سے غیر محسوسانہ طور پر اسطرح علیحدہ ہو جاتا ہے کہ کانگریس کے وقار اور اس کی مقبولیت میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ گاندھی کی رہنمائی کی اعلیٰ ظرفی اور بلند خیالی نے اسکو گوارہ نہ کیا کہ کانگریس کو بے یار و مددگار اور بے دست و پا چھوڑکر علیحدہ ہو۔ گاندھی نے اپنی جستجو پسند نگاہوں سے کام لیکر کانگریس کو ایسے افراد کے سپرد کر دیا جو کہ وقت اور منشا قوم کا لحاظ کرتے ہوئے کانگریس کی زندگی کیواسطے انتہائی مفید اور کارآمد تھے۔ اپنی عملی رہنمائی کی کنارہ کشی کے باوجود گاندھی موجودہ رہنمایان کانگریس کا انتہائی کشادہ پیشانی اور نیک نیتی کیساتھ معاون و مددگار ہے گو کہ گاندھی کانگریس کی عملی رہنمائی سے اسوقت علیحدہ ہو چکا ہے لیکن اسپر بھی اسکی نقل و حرکت انتہائی تندہی کیساتھ ... کے سلسلہ میں جاری ہے اور گاندھی کی زندگی کی ہر سانس ہندو کی تعمیر کیواسطے وقف ہے۔

کیا فرقہ شیعہ اپنے طرز عمل سے اپنی انتہائی ناداری کے باوجود قابل تحسین نہیں ہے کہ اسنے اپنے رہنماؤں کو بیشمار آزمائشوں کے مواقع دئیے۔ مجھے حیرت ہے کہ اراکین کانفرنس فرقہ شیعہ کی ایسی بلند حوصلہ اور اعلیٰ ہمت ہونیکے باوجود اسپر غفلت شعاری کا الزام کس طرح عاید کر سکتے ہیں۔ اگر فرقہ شیعہ اراکین کانفرنس سے اسقدر تلخ تجربات کے بعد بے اعتمادی کرے تو فرقہ شیعہ کی انتہائی نادانی ہے۔ شیعہ کانفرنس نے اپنی طویل زندگی میں مختلف نوعیتوں سے فرقہ شیعہ کا تقریباً ۸ لاکھ روپیہ اسطور پر صرف کر ڈالا جس سے فرقہ شیعہ کو بجز شدید نقصان کے اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ میری رائے ہے کہ استبدادیت پسند جماعت کو انتہائی دیانتداری اور سنجیدگی سے اسپر غور کرنا چاہئے کہ شیعہ کانفرنس کی اسقدر طولانی زندگی کے باوجود قوم کیوں اس سے کنارہ کش ہو رہی ہے کیوں شیعہ کانفرنس کو شیعہ قوم کی نگاہ میں اسوقت تک کیوں عزیز اور ہردلعزیز نہ بنا سکے۔ ... استبدادیت پسند جماعت کیواسطے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کانفرنس کو ہر صورت سے اپنے قبضہ قدرت میں رکھے۔ خواہ کانفرنس اپنی غیر ہردلعزیزی کیوجہ سے فنا ہی کیوں نہ ہو جائے میری رائے ہے کہ کانفرنس کو ہردلعزیز اور ضروری بنانیکے واسطے ایک ایسی کمیٹی مرتب ہونا چاہئے جسمیں حضرات مجتہدین قدامت پسند آزاد پسند اور استبدادیت پسند جماعتوں کے افراد غیر جنبہ دارانہ طور پر شامل ہوں۔ اور وہ ان اسباب کو دریافت کریں جو کہ کانفرنس کی تنزلی کا باعث ہیں، اور ان صورتوں کو معلوم کریں جو کہ اسکی ترقی کے واسطے مفید ہیں اور اس کی ترمیمی اور تعمیری رپورٹ پر عمل درآمد کیا جائے استبدادیت پسند جماعت کی یہ اشاعت کہ قوم کانفرنس سے غافل ہے اور کارکنان کانفرنس قوم کی رہنمائی کیواسطے ہر صورت حال میں کہنہ مشق اور خوش سلیقہ ہیں مندرجہ بالا صورت حال کو دیکھتے ہوئے ایک منٹ کیواسطے بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

(باقی آئندہ کی اشاعت میں دیکھئے)

"سید الشہداء کی یادگاریں"

مجھے اس تحریک سے گہری ہمدردی ہے جو دنیا کے ایک بڑے ہیرو اور صداقت کیخاطر قربانی پانے والے سب سے بڑے شہید کی یادگار منانے کیلئے شروع کیگئی ہے، ایک زمانہ آئیگا جب دنیا ان عظیم انسانوں کی قربانی کی اصل قیمت سمجھنے لگے گی جنہوں نے اپنی جانیں قربان کر کے صداقت کی لاج رکھلی، امام حسین ان انسانوں میں ہیں جنہوں نے انسانیت کیلئے ایک عظیم قربانی کی، اس لئے ایک دن دنیا ان کے کارنامہ کی اہمیت کو سمجھ کر رہیگی۔ "مسٹر ڈی، ڈبلیو، ڈچیبرن"

دفتر ادارہ اقتصادیات

کام کرنیکا وقت آگیا

قوم کے اِصرار تقاضوں نے ارکان ادارہ اقتصادیات شیعہ کی پست ہمتوں کو بلند کر دیا حالات جنگ کے پیدا کئے ہوئے جمود میں روح تازہ نے کروٹ بدلی - ۱۰ رمئی ۴۲ء کو حسینیہ جناب غفران مآب میں جلسہ منعقد ہوا خلاف امید ارکان ادارہ نے اس جلسہ میں کافی جوش اور انہماک سے شرکت کی بعض ارکان بیرونجات بھی اس جلسہ میں شرکت کے لئے باہر سے تشریف لائے - شرکاء جلسہ کے خلوص نیت کا نتیجہ تھا کہ ایک ہی نشست میں ادارہ کا کل دستور العمل طے ہو گیا ارکان ایوان عام اور مجلس اُمناء کا انتخاب ہوا - جناب عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ کو صدر نواب افسر حسین صاحب ایم اے ایل - ایل بی کو سکریٹری اور رئیس اعظم لکھنؤ جناب نواب سردار علیخاں صاحب عرف نواب بجو صاحب بہادر کو خزانچی کے فرائض تفویض کیے گئے - تجویز ہوا کہ اس ادارہ کو بسلسلۂ یادگار حسینی ۱۳۶۱ھ قرار دیا جائے اور اصل دین و ایمان کے ساتھ امام مظلوم حسین ابن علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و عقیدت، ایثار، دوراندیشی اور خیراندیشانہ اقدامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ادارہ اقتصادیات شیعہ کو آنحضرت ہی کے دامن سے وابستہ کیا جائے - وہ عارضی کمیٹی اور اس کے ارکان بہت قابل تذکرہ ہیں جو اسوقت تک برسرکار تھے اور جس کے صدر جناب نواب سردار علیخاں صاحب دام اقبالہ اور سکریٹری جناب مولوی سید محمد رضی صاحب تھے - چونکہ مذکورہ بالا کمیٹی صرف اسوقت تک کے لیے بنائی گئی تھی جب تک دستور العمل منظور ہو کر جدید کمیٹی منتخب ہو اور آئندہ سے مذکورہ بالا کمیٹی سبکدوش ہو گئی - اب جدید ارکان اُمناء تمام کاموں کی ذمہ دار رہیگی - عنقریب دستور العمل شائع کر دیا جائیگا -

سید افسر حسین - ایم - اے
سکریٹری ادارہ اقتصادیات لکھنؤ

"حسینی پیغام" کیلئے ایجنٹوں کی ضرورت ہے

سید مظفر حسن نقوی - ایڈیٹر
پرنٹر پبلشر نے سلطانی فائن آرٹ لیتھو اینڈ پرنٹنگ ورکس بھنڈی بازار بمبئی ۳ سے چھاپ کر شائع کیا -

خدا حافظ

یہ فقیر بقصد زیارت عتبات عالیہ ۱۲ رمئی بروز شنبہ دہلی سے براہ کوئٹہ عازم مشہد مقدس ہے، امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ موسم گرما کے ختم تک واپسی ہوگی، اپنے ہندوستانی احباب اور ملنے والوں سے گذارش ہے کہ اس دوران میں خط و کتابت ملتوی رکھیں البتہ اگر کوئی امر اشد ضروری ہو تو بجائے کہکشاں منزل دہلی کے مشہد مقدس کے درج ذیل پتہ پر خط تحریر فرمائیں مگر اسکا لحاظ رکھیں کہ ایران کے لئے عازم وزن کے لفافہ پر ساڑھے تین آنہ کا ٹکٹ لگانا چاہیے - سب حضرات کے لئے دعاگو اور سب کی خدمت میں ملتمس دعا -

سید ابوالحسن مشہدی
پتہ - ایران مشہد کتابخانہ حضرتی سید ابوالحسن حافظیان

ذبح عظیم

از سرکار علامہ ہندی مدظلہ

ہر شئے کی عظمت کا معیار اس کی افادی حیثیت میں مضمر ہے۔ قلیل المنافع اور کثیر المنافع اشیا ہر چند کہ یہ اضافیات ہیں لیکن حقیقت سے معرا نہیں ہیں۔ بیشک دو چیزوں میں مقابلہ کرنے پر عقل تجویز کرتی ہے کہ کون شے ان میں کی کثیر المنفعت ہے اور کون کمتر درجہ کی۔ لیکن پھر بھی ہم نہیں کہہ سکتے کہ جس چیز کو ہم کم درجہ کا کہتے ہیں وہ درحقیقت سے بھی ایسا ہی اس لیے کہ ہمارا یہ حکم لگانا ہمارے علم اور تجربے کے ماتحت ہے اور ضرورت احتیاج کی بنا پر جس چیز میں ہم اپنے ضروریات کے پورا کرنے کی زاید صلاحیت پاتے ہیں۔ اس کو مفید اور جس میں کم قابلیت پاتے ہیں اس کو کم مفید اور جس چیز کی کبھی احتیاج نہیں ہوتی اس کو غیر مفید سمجھتے ہیں۔ حالانکہ علم ہمارا محدود و تجربہ محدود ہے اور ہو سکتا ہے کہ جو ہمارے لیے مفید ہو دوسرے کے لیے غیر مفید۔ اور تیسرے کے لیے سب سے زاید مفید ہو اور اسی بنا پر جتنے اعتبارات ہیں۔ ہمارے قیاس اور عقل کی فرضی شکلیں ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ درحقیقت ان چیزوں میں یہ اعتبار کثیر المنفعت اور قلیل المنفعت کا سرے سے نہیں ہے ضرور ہے لیکن تشخیص میں غلطی ہوتی ہے۔

اور صحیح معیار اس کا بس یہی ہے کہ خدا جس کو عظیم کہے وہ عظیم ہے۔ اگرچہ عقلیں اس کی عظمت کو نہ سمجھتی ہوں۔ اس کے خواص آثار کی پوشیدگی اور خفا کی وجہ سے۔

جیسا کہ مسلمانوں کے اعتقاد کی یہ بات ہے کہ رسول خدا اشرف مخلوقات اعظم مخلوقات ہیں۔ ان کے بعد حضرت امیر المومنین علیہ السلام افضل مخلوقات ہیں۔ امام حسین علیہ السلام سے ان کے نانا رسول خدا اور بابا علی مرتضیٰ بیشک افضل ہیں خود رسول خدا کی شہادت کافی ہے کہ باپ حسن اور حسین کے ان دونوں سے بہتر ہے (سعادت الکونین ینابیع المودہ) ہماری عقلیں بھی یہی تجویز کرتی ہیں۔

لیکن جب ہم شہدا کی فہرست پر نظر کرتے ہیں انبیاء ہوں خواہ اولیا خود۔ و رسول خدا ہوں یا علی مرتضیٰ کسی کو ذبح عظیم نہیں کہا جاتا۔ خدا تو حسین علیہ السلام کی شہادت کو ذبح عظیم فرماتا ہے۔ اور جن شہادتوں اور وفاتوں کو کسی کی عقلیں عظمت کا کریڈٹ دیتی ہیں۔ خدا ان کو عظیم نہ فرماتا۔ ہمارے بس کی کیا بات ہے ہم کیا بتا دیں کون سا افادی پہلو حسین کی شہادت میں ایسا تھا جس کے لحاظ سے وہ ذبح عظیم قرار پاتے۔ لیکن اتنا جانتے ہیں کہ رسول خدا کی آمد آمد دنیا میں عظیم ترین ولادت تھی۔ یہ نہ آتے تو افلاک کا وجود نہ ہوتا اور دنیا سے تشریف لے جانے میں بجز سخت نقصانات کے کوئی افادی صورت کا پہلو نہ تھا اس لیے وہ ذبح عظیم کہے جانے کے مستحق نہیں۔ اسی طرح سے شہادت علی مرتضیٰ میں جو کوئی افادی پہلو ہماری عقل سے تو باہر ہے۔ لیکن شہادت حسین اپنے دامن میں اس قدر فوائد لے کر آئی جس کا احصا دشوار ہے۔ اور اسی بنا پر وہ شہید اعظم کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ اس شہادت میں کچھ ایسے افادی پہلو ہیں جس کے لحاظ سے بے تعصب محققین و مورخین نے بھی مان لیا کہ حسین بیشک ذبح عظیم ہیں۔

بہت سی شہادتوں میں سے چند شہادتیں۔

(۱) محقق گبن اپنی تاریخ "ڈا ئون فال اف رومن امپائر" میں لکھتے ہیں ــ کہ صدیوں اور زمانوں کے گذر جانے پر بھی دور و دراز ملکوں میں بھی ہر جگہ شہادت حسینؑ کا دردناک نظارہ ہمیشہ ہمیشہ پتھر سے پتھر دل کو بھی پگھلا دے گا اور ہمیشہ ہمدردی حاصل کرتا رہے گا۔

(۲) مسٹر ای براؤن نے اپنی تاریخ لٹریری ہسٹری آف پرشیا جلد اول ص ۲۲۶ میں لکھا ہے کہ ـــ خصوصیت سے کربلا کے حادثہ نے دنیائے اسلام میں ایک خوفناک سنسنی پھیلا دی اور کوئی شخص ایسا ہے جو درد بھرا دل رکھتا ہو اور حالات کربلا کو پڑھ کر اس کا دل نہ پسیجے۔

(۳) مسٹر جان یونگ چار سو شعر میں حسین مظلومؑ کا دردناک مرثیہ لکھتے ہیں۔ کربلا کا خونی منظر دکھلاتے ہیں اور حسین کی تعریف و توصیف کے بعد آخری رائے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ "حسین دین دار، خدا پرست، فروتن، خلیق، روزے دار، بہادر تھا حسین سلطنت و حکومت کے لیے نہیں لڑا بلکہ خدا پرستی کے جوش میں وہ یزید سے اس واسطے بیزار تھا کہ یزید کے افعال محمدی کے خلاف تھے۔

(۴) سوامی شنکر آچاریہ جی فرماتے ہیں "اگر حسین نہ ہوتا تو دنیا سے اسلام کا وجود مٹ جاتا اور دنیا ہمیشہ کے لیے خدا پرستی اور نیکیوں سے خالی ہو جاتی۔ میں نے حسین سے بڑھ کر کوئی شہید نہیں دیکھا۔ اور حسین کی شہادت کے اثر سے زیادہ کسی شہید کی قربانی کا اثر نہیں ہوا۔

(از اخبار پیغام عمل فیروزپور مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۲۶ء)

(۵) ڈاکٹر میسو بار بین محقق جرمنی فقرہ ۳۹ میں لکھتے ہیں کہ حسین سے پہلے بھی بہت سے روسائے روحانی اور ارباب دیانت بحالت ظلم قتل ہوئے اور ان کے قتل کے بعد بھی ریولیوشن ہوا ہے اور ان کے تابعین نے ان کے دشمنوں پر تلوار کھینچی ہے جس طرح بنی اسرائیل میں مکرر اتفاق ہوا ہے اور حضرت یحییٰ کا قصہ تاریخی بڑے بڑے واقعات میں سے ایک بڑا واقعہ ہے۔ اور اس طرح جو سلوک یہود نے حضرت مسیح سے کیا اس زمانے تک اس کی نظیر واقع نہ ہوئی تھی۔ مگر حسین کے واقعہ نے تمام وقایع پر فوقیت حاصل کر لی۔ تاریخ سے کہیں ایسا معلوم نہیں ہوتا ہے کہ روحانیین اور ارباب دیانت میں سے کسی شخص نے بھی خیالات عالیہ متاخرہ کی وجہ سے اپنی ذات کو اپنے علم و ارادے سے قتل کرا دیا ہو۔ یعنی ارباب دیانت سے جو شخص بھی قتل ہوا اس کے دشمنوں نے غفلتہً اس پر حملہ کر کے مظلومیت میں اسے قتل کر دیا اور موافق ان کی مظلومیت کے ریولیوشن بھی ان کے بعد پیش آیا

مگر حسین کا قصہ عاشقانہ اور حکیمانہ اور سیاسی حیثیت کا تھا۔ اور دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ہے۔ کتنے سال تک حسین اپنے مقتول ہونے کا انتظام اور تہیا کرتے رہے۔ اور نہایت بلند اور عالی مقصد ان کے سامنے تھا۔ تاریخ میں کہیں پتہ نہیں ہے کہ کسی نے آیندہ زمانے میں اپنے دین کی ترویج کے لیے تعلیم اور بقصد اپنی جان دی ہو۔ سوائے حسین کے۔ جو مصیبتیں کہ حسین نے اپنے نانا کے دین کے زندہ کرنے میں برداشت کیں۔ گذشتہ ارباب دیانت پر فوق رکھتی ہیں۔ اور سابقین میں سے کسی پر واقع نہیں ہوئیں۔ اور بالفرض اگر کہا جاوے کہ اور لوگوں نے بھی دین کے لیے اور دین کی راہ میں جان دی ہے۔ مگر ضرور ہے حسین کے طرز و انداز پر ایسا نہیں ہوا۔ حسین نے اپنی جان شیرین کو اپنے عزیز فرزند اپنے بھائی اپنے بھانجے اپنے دوست و اقربا سب دیدے۔ مال و عیال کی اسیری گوارا کی۔ اور یہ مصیبتیں ایک دفعہ ناگہاں اور نادانستہ واقع نہیں ہوئیں تاکہ مجبوری حقیقی سے ایک مصیبت کا کل پر اطلاق ہو سکے۔ بلکہ فاصلہ ہو ہو کر یکے بعد دیگرے مصیبتیں پیش آئیں اور وارد ہوئیں۔ دنیا کی تاریخ میں ایسے مصائب کا پے در پے ہجوم کرنا حسین کے ساتھ خاص ہے۔

یہی سبب تھا کہ حسین کے قتل ہوتے ہی اور ان دردانگیز واقعات کے پیش آتے ہی اور ان کی عورتوں اور بیٹیوں کے اسیر ہوتے ہی بنی امیہ کے باطن کا حال طشت ازبام ہو گیا۔ اور ان کے اعمال ناشائستہ کے قبایح عام پر روشن ہو گئے۔ سیاسی احساس اور ریولیوشن کا مادہ مسلمانوں میں پیدا ہو گیا۔ اور سلطنت یزیدی اور بنی امیہ کے برخلاف ریولیوشن شروع ہو گیا۔ بنی امیہ کو مخرب اسلام جان کر ان کی بدعتوں اور اختراعی امور کو رد کرنے لگے۔ اور انہیں ظالم اور غاصب کہنے لگے۔ اور ان کے برعکس بنی ہاشم کو مظلوم اور مستحق جاننے لگے اور حقیقی روحانیت اسلام ان میں سمجھی گئی گویا مسلمانوں نے حیات تازہ اور نئی زندگی حاصل کی اور اسلام کی روحانیت کے لیے نئی رونق پیدا ہو گئی۔ اسلام کی روحانی جو دفعتہً زائل ہو گئی تھی اور مسلمان جو کہ اسلام کی حقیقت کو فراموش کر بیٹھے تھے۔ ایک خاص روحانیت اور شان کے ساتھ اس کی تجدید ہو گئی۔

محققین کی یہ وہ رائیں تھیں جنہوں نے اپنی اپنی تحقیق کے رو سے حسینی شہادت کے افادی پہلو دکھا کر شہادت حسینی کی عظمت کو سراہا ہے اور اس شہید راہ خدا کو تمام کو تمام شہداء پر فضیلت دی ہے۔

لیکن فیصلہ اس کا خدا ہی کے ہاتھ میں ہے وہ بتاوے کہ حسین علیہ السلام کو ذبح عظیم کیوں فرمایا۔ اس آیت کو قرآن میں ڈھونڈو اور قرآن ہی سے فیصلہ کراؤ۔ خدا فرماتا ہے قصہ حضرت ابراہیم میں "کہا ابراہیم نے اے میرے فرزند میں نے خواب میں تجھ کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرتے دیکھا ہے تم بھی اس خواب پر غور کرو اسمٰعیل نے عرض کی اے بابا آپ اس حکم کو بجا لائیے انشاءاللہ آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں پاویں گے۔ بیٹے کی مرضی پاکر بوڑھے باپ نے اپنے اس فرزند کو جس کو خدا سے دعائیں مانگ

مانگ کر پایا تھا اور جسے منہ زمین پر لٹا کر اپنے کانپتے ہاتھوں سے ذبح کرنا چاہتا ہے۔ ندائی ندا ہوئی اے ابراہیمؑ تم نے ہماری راہ میں خواب سچا کر دکھایا۔ اسی طرح ہم احسان کرنے والوں کو فدیہ بھیج کر جزا دیتے ہیں۔ یہ بیشک کھلی ہوئی بلا تھی اور فدیہ قرار دیا ذبح عظیم کے ساتھ اور دوسروں کے لیے اس قربانی کو اٹھا رکھا (سورہ صافات)

اللہ اللہ صبر و تحمل قوت ایمان خدا کی راہ پر قربانی اس کی رضا پر جان نثاری ان باپ بیٹوں کی واقعات تاریخ میں بے نظیر شے ہے۔ اس واقعہ کا ہر پہلو اپنے دامن میں نہ معلوم کس قدر عظمتیں لیے ہوئے ہے جس کا مافوق عالم میں نظر نہ آوے گا۔

اسی قربانی کا عوض اور بدل کل یہ سمجھا نہ آید قتل حسین میں ہوا پھر کیوں نہ وہ ذبح عظیم کہا جاوے۔ دانستہ بہ اختیار خود جوان رعنا علی اکبر شبیہ پیغمبر، بچہ علی اصغر بھائی بھتیجے بھانجے دوست و رفقا کو راہ خدا میں لٹا کے دین کے واسطے ذبح کرا دینا بیشک یہ مال کی راہ سے نتیجہ کے واقعہ کی صورت سے ہر طرح عظیم ہے۔

دیکھو خدا فرماتا ہے" خدا نے مومنوں سے مول لے لیا ان کے نفوس ان کے اموال کو انہیں کے لیے تو حقیقت ہے وہ راہ خدا میں لڑتے ہیں قتل کرتے اور قتل ہوتے ہیں۔ یہ وعدہ سچا وعدہ ہے جو توریت میں ہے انجیل میں ہے قرآن میں ہر حسین نے عہد پر وفا کی ان کی اس بکری پر بشارت جنت کی ہے۔ اور یہ مومن کے لیے بڑا فوز ہیں۔

اس آیت شریفہ میں دہرایا ہوا قصہ ہر پہلو سے حسین مظلوم پر منطبق ہے اور اپنے نفوس و اموال کی بیع میں وہ خدائی میں یکتا بندہ ہے اور فوز عظیم کا مالک ہے۔ جس کو قرآن مجید نے ذبح عظیم سے ذکر کیا۔ اور توریت و انجیل میں قرآن سے پہلے بتا دیا۔ اگرچہ اب وہ خدائی کتابیں اصلی کہاں لیکن آؤ پھر بھی موجودہ توریت و انجیل

کی ورق گردانی کریں اور اس ذبح عظیم کا پتہ لگا دیں۔

(۱) عرب کی بابت الہامی کلام عرب کے صحرا میں تم رات کاٹو گے۔ اوے ودان کے قافلو۔ پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ اے تیما کی سرزمین کے باشندو! روٹی لے کے بھاگنے والے کے ملنے کو آؤ۔ کیونکہ وہ تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھنچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ٹھیک ایک سال میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔ اور تیر اندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جاویں گے۔ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا

کس پیاسے کے استقبال اور کس بھوکے مسافر کے لیے آپ علام کی الہامی کتاب میں یاد ہے جو مدینہ میں جنگ سے پیکار اور تلواروں اور کمانوں سے جان بچاتا ہوا نکلا اور مکہ معظمہ میں پناہ لی اور وہاں بھی حرمت خانہ کعبہ کے برباد ہونے کے خوف سے نکلا اور دشت و بیاباں طے کرتا ہوا کربلا میں گردن کٹا کر سو رہا۔

(۲) کیونکہ خداوند رب الافواج کے لیے اتر کی سرزمین میں دریائے فرات کے کنارے ذبیحہ مقرر ہے (   )

(۳) یہی زیتون کے دو درخت ہیں اور دو چراغ دان جو زمین کے خداوند کے سامنے کھڑے ہیں اور اگر کوئی ان کو ضرر پہنچانا چاہتا ہے تو ان کے منہ سے آگ نکل کر ان کے دشمنوں کو کھا جاتی ہے۔ اور اگر کوئی ان کو ضرر پہنچانا چاہے گا وہ ضرور اسی طرح مارا جائے گا ان کو اختیار ہے کہ آسمانوں کو بند کر دیں تاکہ ان کی نبوت کے زمانے میں پانی نہ برسے اور پانیوں پر اختیار ہے کہ انہیں خون بنا ڈالیں اور جتنی دفعہ چاہیں زمین پر ہر طرح کی آفت لاویں۔ جب وہ اپنی گواہی دے چکیں گے تو وہ حیوان جو اتھاہ گڑھے سے نکلے گا ان سے لڑ کر ان پر غالب آویگا اور ان کو مار ڈالے گا۔ اور ان کی لاشیں اس بڑے شہر کے

بازار میں پڑی رہیں گی جو روحانی اعتبار سے سدوم و مصر کہلاتا ہے جہاں ان کا خداوند بھی مصلوب ہوا تھا۔ اور قوموں اور قبیلوں اور اہل زبان اور قوموں سے لوگ ان کی لاشوں کو ساڑھے تین دن تک دیکھتے رہیں گے اور ان کی لاشوں کو قبر میں نہ رکھنے دیں گے۔ اور زمین کے رہنے والے ان کے مرنے سے خوشی منائیں گے اور شادیانے بجاویں گے اور آپس میں تحفے بھیجیں گے (مکاشفہ باب ۱۱)

شجرہ مبارکہ زیتونیہ ابراہیمیہ کے دو پودے اور مشکوٰۃ مقدسہ قرآنیہ کے دو چراغ دان حسن و حسین باوجود آن خداوندی اختیار کے جو عالم بہرہ پران کو حاصل تھا دمشق کے درندہ صفت جانوروں کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ ان میں سے ایک کی لاش نانا کے پہلو میں دفن نہ ہو سکی اور دوسرے شجرہ کی لاش بے گور و کفن جلتی زمین کربلا میں تین دن یا ساڑھے تین دن دفن نہ کی گئی اور بنی امیہ نے ان کی شہادتوں پر خوشیاں منائیں بجز ان دو شہیدان راہ خدا کے وہ کون ایسا شہید ہے جس کو یوحنا نے مکاشفہ میں دیکھا

(۴) دیکھو وہ بادلوں کے ساتھ آنے والا ہے اور ہر ایک آنکھ اسے دیکھے گی اور جنہوں نے اسے چھیدا تھا وہ بھی دیکھیں گے اور زمین پر کے سارے قبیلے اس کے سبب چھاتی پیٹیں گے بیشک آمین (مکاشفہ یوحنا باب ۱)

عاشورہ کی شب یا دم جمال عون کا ذبح نوا تیر دیکھنا حسین کا زندہ ہو کر اپنی مادر گرامی اور اپنے نانا رسول خدا سے باتیں کرنا —— زن خولی کے یہاں سر حسین تنور سے نکال کر سیدہ عالم کا بین جگر خراش کرنا اور حسینؑ کا باتیں کرنا امام حسینؑ کے زندہ ہونے اور تلاوت قرآن مجید کرنے کو حدیثوں اور تاریخوں میں پڑھیے زمین کے سارے قبیلوں کا سینہ زنی کرنا روز شہادت سے آج تک اور آج سے ان شاء اللہ قیامت تک بجز اس شہید راہ خدا کے اور کس ہستی کے لیے ہوا۔ (۵) جو غالب آوے اسے اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھاؤں گا جس طرح میں غالب آ کر اپنے باپ کے ساتھ اس کے تخت پر بیٹھ گیا جس کے کان ہوں وہ سنے کہ روح کلیسا سے کیا کہتی ہے۔ دنیا میں حضرت مسیح کے برابر ان کے تخت پر بیٹھنے والی ہستی کون ہے بجز مثیل مسیح ظاہری مغلوبیت کے بعد حقیقی اور دائمی

شیعہ اثناء عشری یتیم خانہ مندرا (کچھ) کا عظیم الشان جلسہ

سیٹھ حاجی داؤد ناصر صاحب کی شیعہ یتیم بچوں کی امداد کیلئے اپیل

ریاست کچھ کے مشہور مقام مندرا میں عرصہ سے شیعہ اثناء عشری بچوں کے لئے یتیم خانہ قائم ہے جس میں ملت شیعہ کے یتیم بچوں کی تربیت اور پرداخت کا اعلیٰ انتظام کیا گیا ہے، اس یتیم خانہ کا حال ہی میں ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت بمبئی کی شیعہ برادری کے محبوب رہنما اور ملک کے نامور ملک التجار حاجی سیٹھ داؤد ناصر صاحب جے، پی، آنریری مجسٹریٹ رئیس اعظم بمبئی نے فرمائی۔

جناب صدر نے ایک معرکۃ الآرا تقریر میں اس یتیم خانہ کی تاریخ، اسکی روز افزوں ترقی اور اسکی رفاہ و بہبود کے وسائل پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ اعلان فرمایا کہ مذکورہ جلسہ میں یتیم خانہ کو ترقی دینے کے ذرائع پر غور کیا جائے گا اور نئے عہدہ داران منتخب کئے جائیں گے، آپنے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ اس یتیم خانہ میں پوری ریاست کچھ کی وسیع شیعہ آبادی کے یتیم بچے رکھے جاتے ہیں اور ان کی ہر طرح کفالت کیجاتی ہے۔ اس یتیم خانہ کی موجودگی کچھ کے باشندوں کے لئے موجب فخر ہے اس لئے پوری کچھ کی شیعہ آبادی کو چاہیئے کہ وہ اسکی ترقی و بہبودی میں پورا پورا حصہ لے اور نہ صرف یہ کہ درخت اسکو چندہ عنایت کرتی رہے بلکہ اسکی کافی نشر و اشاعت کرتی رہے۔ اس یتیم خانہ کا انتظام حاجی سیٹھ جان محمد صاحب انتہائی محنت اور جانفشانی سے فرماتے رہے ہیں اور آپنے خود بھی یتیم خانہ کے قیام کے وقت کام میں تیس ہزار کوری (کچھ کا سکہ) کی گرانقدر عطیہ عنایت فرمایا ہے، اسی طرح بمبئی کے نامور شیعہ تاجر سیٹھ عبدالکریم صاحب پنجو نے بھی اس یتیم خانہ کو نہ صرف یہ کہ کافی چندہ عنایت فرمایا ہے بلکہ بمبئی میں جگہ جگہ چندہ کے بکس رکھے ہیں جس کے ذریعے سے ہمیشہ چندہ آتا رہتا ہے۔

جناب صدر نے حاضرین کو یتیم خانہ کی سرپرستی کرنے کی طرف جو توجہ دلائی اسکا بڑا اثر ہوا۔

حاجی عبدالحسین صاحب نے تقریر کرتے ہوئے شیعہ تجار کو یتیم خانہ کی امداد پر آمادہ کیا اور یہ تجویز پیش کی کہ ہر تاجر باہر سے آنے والے سامان کے ہر بکس پر ایک تامبیہ (کچھ کا ایک سکہ) یتیم خانہ کیلئے علٰحدہ کر دیا کرے اور یہ رقم بعد میں یتیم خانہ کو عطا کر دیا کرے، اس تجویز کا تہ دل سے خیر مقدم کیا گیا اور بالاتفاق اسکو منظور کیا گیا۔

ایک اور مقرر نے یتیم خانہ کے سکریٹری اور منتظم حاجی جان محمد صاحب کے حسن انتظام کی بڑی تعریف کی اور فرمایا کہ چونکہ کام زیادہ ہے اس لئے ایک جوائنٹ سکریٹری مقرر کیا جائے چنانچہ حاجی علی دینا صاحب جوائنٹ سکریٹری اور جناب حاجی رحمۃ اللہ صاحب خزانچی مقرر ہوئے۔

مجلس انتظامیہ کے لئے تیرہ اراکین منتخب کئے گئے۔

اس کے بعد حسب ذیل حضرات نے رقوم چندہ عنایت فرمائیں:-

نام	رقم
حاجی سیٹھ داؤد ناصر صاحب رئیس بمبئی	ایکہزار ایک روپیہ
سیٹھ اسمٰعیل عبدالکریم پنجو	" " " " "
سیٹھ حاجی جان محمد بھائی	دوسواکاون روپیہ
حاجی راشد علی بھائی علی دین	اکیوایک روپیہ
حاجی علی دینا بھائی محمد	" " "
حاجی موسے دینا بھائی محمد	" " "
حاجی جوسب بھائی جعفر	" " " "
ولی بھائی جان محمد	ایک سو روپیہ
حاجی جعفر بھائی پاپیا	۵-۴-۰ روپیہ
حاجی رحمت بھائی حاجی جبیر	۵۱-۴-۰ "
حاجی عبدالکریم بھائی مولیہ بنیا	۵۱-۴-۰ "
حاجی بھائی ولی بھائی	۲۵-۴-۰ "
حاجی محمد بھائی مومن	۲۵-۴-۰ "
کرم علی بھائی	۲۵-۴-۰ "
غلام حسین فاضل	۲۵-۴-۰ "
حاجی قاسم بھائی اللہ رکھیا	۱۵-۴-۰ روپیہ
آمد بھائی آڈوٹ	۱۰-۴-۰ "
غلام حسین احمد	۱۰-۴-۰ "
اسمٰعیل بھائی اللہ رکھیا	۱۰-۴-۰ "
حاجی رحمۃ اللہ بھائی احمد	۱۰-۴-۰ "
عبدالحسین بھائی تیجا	۱-۴-۰ "
حاجی محمد بھائی خاکی	۵-۴-۰ "
حاجی محمد جعفر بھائی	۵-۴-۰ "
محمد بھائی اللہ رکھیا	۵-۴-۰ "
موسے بھائی جعفر	۵-۴-۰ "
سنجی بھائی ولی	۵-۴-۰ "
فدا حسین بھائی حاجی احمد	۱-۴-۰ "
میزان کل	۳۱۲۹-۸-۰ روپیہ

اس کے بعد ملا صاحب موسیٰ بھائی جعفر نے حاجی سیٹھ داؤد ناصر صاحب جے، پی کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے بمبئی سے مندرا تشریف لا کے منتظمین یتیم خانہ اور شیعیان مندرا کی ہمت افزائی فرمائی۔

Regd. No. B-4663.

HUSEINI PAYGHAM WEEKLY
BOMBAY.

مسٹر ڈی - ڈبلو - ڈچبر،،
ایف - آر - آئی - بی - اے صدر انڈین انسٹیٹیوٹ آف کراچی آکٹس جن کا پیغام اندر
کے صفحات میں ملاحظہ فرمائیے جو آپ نے یوم الحسین کمیٹی کو مرحمت فرمایا ھے -

Edited, Published & Printed by Syed Muzaffar Hasan Naqvi from Sultani Litho & Printing Press, Bhindi Bazar, Bombay, 3.

Regd. No.

HUSEINI PAYGHAM

ایڈیٹر مظفر حسن نقوي

حسینی پیغام ویکلي

WEEKLY

Editor: —SYED MUZAFFAR HASAN NAQVI.

Vol. 1 | BOMBAY, Friday, 17th JULY, 1942. | No. 25

قائد اعظم جناب محمد علی جناح صاحب
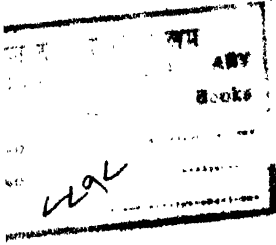
جن کا بصیرت افروز بیان اندر کے صفحات میں شائع ہو رہا ھے

بیادگار سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی ۱۳۶۱ سنہ ہجری

ایڈیٹر
مظفر حسن نقوی

ہفتہ وار حسینی پیغام بمبئی

چندہ
سالانہ ... ... صہ
ششماہی ... ... ۱۲؍
فی پرچہ ... ... ۱۰؍

جلد ۱ | بمبئی ۱۷ جولائی ۱۹۴۲ء مطابق ۳ رجب المرجب ۱۳۶۱ھ | نمبر ۲۵

"قومی رہنما سے"

از حضرت انتظار انصاری ڈبائیوی

یوں قوم نہیں بنتی اے رہبر بیگانہ
بے جوش عمل تیرا ہر فعل ہے طفلانہ

محکومی و محرومی، مظلومی و مسکینی
للہ نہ دہرا یہ خود ساختہ افسانہ

قوموں کی امامت میں کس شے کی ضرورت ہے
میں تجھکو بتاتا ہوں تو ہے ابھی بیگانہ

کچھ طاقت جسمانی، کچھ قوت روحانی
کچھ فعل شجاعانہ، کچھ قول حکیمانہ

کچھ شوکت قہاری، کچھ عظمت غفاری
کچھ صبر کی قوت ہو، کچھ جوشش مردانہ

کچھ عقل کی باریکی، کچھ قلب کا ہنگامہ
کچھ دانش و بینش ہو، کچھ جوش جنونانہ

کچھ تاب و تب احمدؐ، کچھ تازو تگ حیدرؑ
کچھ رحم مسیحانہ، کچھ قہر کلیمانہ

کچھ صبر ایوبیؑ، کچھ گریۂ یعقوبیؑ
کچھ عزم براہیمیؑ، کچھ شورش نوحانہ

کچھ تابش شبیریؑ، کچھ جوشش عباسیؑ
کچھ عابدؑ بیکس کے افعال کریمانہ

کچھ نادر و ٹیپو کے انداز قہرمانی
کچھ بوذر و سلماں کے اطوار کریمانہ

کچھ بات نہیں بنتی بے جذبۂ قربانی
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے جرأت رندانہ

ہفتہ وار حسینی پیغام بمبئی
جمعہ ۱۷ر جولائی ۴۲ء
جلد ۱ نمبر ۲۵

کانگریس کی تجویز

آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے کئی دن کی بحث و تمحیص کے بعد جو تجویز منظور کی ہے اس میں برطانیہ سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ ہندوستان سے اپنے اقتدار کا خاتمہ کر دے ورنہ کانگریس اس کے خلاف وسیع پیمانہ پر تحریک شروع کر دے گی، تجویز میں جن دوسرے مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ سب محض ضمنی حیثیت رکھتے ہیں۔

تجویز میں بتلایا گیا ہے کہ برطانیہ جب ہندوستان سے اپنے قدم ہٹا لے گا تو ملک کے ذمہ دار افراد فوراً آپس میں مل کے ایک عارضی حکومت مرتب کر لیں گے، جو دستور ساز اسمبلی طلب کریگی اور یہ دستور ساز اسمبلی ایک آئین ہند مرتب کرے گی جس پر تمام فرقے اور جماعتیں متحد ہو جائیں گی،

ہم نہیں سمجھتے کہ جب کانگریس برطانیہ کے ہندوستان سے ہٹ جانے کے بعد ایک متحدہ آئین مرتب کر سکتی ہے تو آج وہ ایک متحدہ آئین کیوں نہیں تیار کر دکھاتی تاکہ ہندوؤں اور مسلمانوں کا باہمی مناقشہ مٹ جائے اور مسلمان بھی اپنے مستقبل سے بے فکر ہو کر کانگریس کے دوش بدوش جنگ آزادی میں حصہ لے سکیں،

کانگریس نے اس وقت جو رویہ اختیار کیا ہے وہ وہی ہے جو ہندو سبھا کا ہے۔ ہندو سبھا بھی تو یہی کہتی ہے کہ پہلے ہندوستان آزاد ہو جائے اس کے بعد ہندوستان کا ایک آئین مرتب کر لیا جائے گا، جس میں اقلیتوں کو مطمئن کر دیا جائے گا۔

کانگریس بھی اب یہی کہہ رہی ہے مگر مسلمان اب بیدار ہو چکے ہیں اور وہ اس پر ہرگز تیار نہ ہوں گے کہ ان کو مستقبل میں ہندوؤں کی غلامی اختیار کرنا پڑے، کانگریس کے مطالبہ میں ہندوؤں کے لئے آزادی اور مسلمانوں کے لئے محکومی پوشیدہ ہے،

مسلمان مدبرین اس کو کسی حالت میں بھی برداشت نہ کریں گے اگر کانگریس نے مسلمانوں کو مطمئن کئے بغیر اپنا مطالبہ تسلیم کرانے کی جدوجہد کی تو مسلمان اس پر مجبور ہوں گے کہ وہ اس کی مزاحمت کریں،

ہم بھی آزادی چاہتے ہیں ہم بھی یہ پسند نہیں کرتے کہ برطانوی سامراج کے قدم ہندوستان میں باقی رہیں ہم بھی اس کے مخالف ہیں کہ برطانوی سوداگر ہندوستان میں اقتصادی لوٹ مچائے رہیں مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ برطانوی امپیریلزم کی جگہ ہندو امپیریلزم لے لے، برطانیہ کے بجائے ہم پر برہمنوں کا راج قائم ہو جائے اور ہندو اپنی اکثریت کے بل پر مسلمانوں کو اپنا غلام بنا لیں۔

ہم آزادی چاہتے ہیں مگر ایسی آزادی جس میں مسلمان سکھ، پارسی، اچھوت اور تمام اقلیتیں بھی آزاد ہوں۔

ہماری یہ خواہش ہے کہ ہندو اپنے علاقوں میں اپنی حکومت قائم کریں اور ہندو تہذیب ہندو روایات، ہندو تمدن اور ہندو معاشرت کے مطابق ترقی کریں، اسی طرح مسلمان اپنے علاقوں میں اپنی مذہبی ثقافتی اور عمرانی روایات کے مطابق ترقی کی منازل پر سرفراز ہو سکیں یہ ایک بالکل منصفانہ چیز ہے اور اگر کانگریس واقعی ہندو راج کی حامی نہیں ہے تو اسے چاہئے کہ یہ اصول تسلیم کرے اور اس طرح مسلمانوں کو یہ یقین دلا دے کہ مستقبل میں مسلمان اپنی اکثریت کے علاقوں میں آزاد اور باعزت زندگی بسر کر سکیں گے۔

کانگریس نے اپنی تجویز میں بتلایا ہے کہ وہ حکومت کو پریشان نہیں کرنا چاہتی مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ حکومت کو دھمکی بھی دے رہی ہے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ دونوں متضاد چیزیں کیونکر ایک ہی زبان میں ادا کی جا سکتی ہیں اگر کانگریس یہ نہیں چاہتی کہ دوران جنگ میں حکومت پریشان ہو یا وہ یہ نہیں چاہتی کہ جاپانی اس کے کسی اقدام سے فایدہ اٹھائیں تو کسی تحریک کے شروع کرنے کی دھمکی کیا معنی رکھتی ہے ،،

کانگریس یہ جانتی ہے کہ اس وقت حکومت برطانیہ چاروں طرف سے مصائب میں گھری ہوئی ہے، مشرقی سرحد پر جاپانی فوجیں موجود ہیں، جو ذرا سا موقع پاتے ہی ہندوستان پر یورش کرنے کے لئے تیار ہیں ادھر روس اور مصر میں حالات نازک ہوتے جاتے ہیں اور برطانوی حکومت سوا جنگ کے کسی دوسرے مسئلہ کی طرف توجہ مبذول کرنے پر تیار نہیں ہے ایسی حالت میں اس کو دھمکیوں سے مرعوب اور متاثر کیا جا سکتا ہے اور بدنظمی کا خوف پیدا کر کے اس سے اختیارات حاصل کئے جا سکتے ہیں مگر حکومت کو اس موقع پر مسلمانوں کا بھی خیال رکھنا ہے جو پہلے ہی یہ کہہ چکے ہیں کہ اگر اس نے کانگریس کے سامنے سر جھکا دیا یا ان کے حقوق کو نظر انداز کر دیا تو مسلمان کسی حالت میں بھی حکومت کے اعلان کو تسلیم نہیں کریں گے اور ایک ایسی بدنظمی پھیلے گی جس کی وجہ سے ملک کا سارا امن برباد ہو جائے گا۔

دین کا ایک رکن منہدم ہوگیا
مِلّت شیعہ کے سر کا تاج اتر گیا

ہندوستان کے گوشہ گوشہ کے شیعہ ماتم کناں ہیں اسلئے کہ ان کا محبوب دینی رہنما ان کو داغ مفارقت دے گیا۔

حضرت ناصر الملتہ والدین شمس العلماء مولٰنا سید ناصر حسین صاحب قبلہ مجتہد کا انتقال پر ملال ایک سانحۂ عظیم ہے جس نے ملّت شیعہ کو غم کے گرداب میں ڈالدیا ہے!

سرکار ناصر الملت ہندوستان میں شیعوں کے سب سے بڑے عالم تھے اور آپکے علمی فیوض و برکات سے ملّت حقّہ اثنا عشریہ میں ہمیشہ ایمان کی تازگی جلوہ گر رہا کرتی تھی!

سرکار مرحوم کا زہد و تقویٰ، آپکی وضعداری اور ملنساری، آپکا علم و کمال تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہیگا، حضرت ناصر الملتہ کے متعلق کچھ لکھنا آفتاب کو آفتاب لکھکر روشناس کرانا ہے، آپکی ذات تعریف و تعارف سے بالاتر تھی!

آپ ان علماء میں سے ایک تھے جنکے متعلق خود رسول اکرم نے فرمایا ہے کہ "میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل سے افضل ہیں"

آج وہ ہم میں نہیں مگر ان کی روح ہمیشہ ہم میں زندہ رہے گی!

(عنایت کردہ خاص)

اسد اللہ الغالب

شاعر اعظم حضرت علامہ آرزو لکھنوی

بر از عبادت عالم ہے میر النغمۂ ساز — اذانِ کعبۂ مقصد ہے دل کی ہر آواز

مرا تصور صادق ہے جاذب الہام — مرے خیال میں ہے جبرئیل کی پرواز

وہ مستِ جام ولا ہوں کہ وقت جوش خروش — زمینِ خشک پہ کوثر بہا دے دل کا گداز

لرزتی ہے مری تر دامنی سے نارِ جحیم — شکستِ توبہ سے باب قبول ہوتا ہے باز

مرا ارادۂ محکم ہے کارسازِ عمل — کہ بے پری میں بھی حاصل ہے قوت پرواز

مٹے پہ بھی مری امید مٹ نہیں سکتی — اجل تو آپ ہے فانی وفا کی عمر دراز

جو کچھ بھی ہیں مرے دعوے وہ بے دلیل نہیں — کہ اسکا بندہ ہوں جسکے گدا ہیں شاہ نواز

شجاع دہر کا مرجع ہے ذرۂ ناچیز — جو پست رہ کے بھی ہر سربلند سے ممتاز

وہ کون خواجۂ قنبر علی عالی قدر — ولی خاص خدا کا نبی کا محرم راز

میان عالم ایجاد جس کی شخصیت — وہ صنع خاص کہ صانع کو خود بھی جسپر ناز

فقیر وہ کہ جو حاجت روا امیروں کا — امیر وہ کہ فقیروں سے بڑھکے عجز و نیاز

نہ اسکی ضرب ہو کیونکر عبادت ثقلین — بتول پاک کا دامن ہو جسکی جائے نماز

وہی ہر ایک پہ غالب نہ ہو تو اور ہو کون — نبی کا زورِ حقیقی خدا کا دستِ مجاز

مطلع

مآل نیک کا جو آئینہ خوشا آغاز — وہ نیر امولد و شہد جو گل کی جائے نماز

بیان عدل کا حضرت کے لطف ہی اسوقت — اگر زبان کبوتر ہو اور قصہ باز

یہ پہلی جنبشِ لب کا اثر ہے وقتِ دعا — کہ جسکو دیکھ کے باب قبول ہوتا ہے باز

وہ تیری شان طلب ہے کہ شوق میں جسکے — ہر ایک آن ہے لبیک گوش بر آواز

از حضرت حیدری علی پوری :-

مجلس علمائے شیعہ

جہاں تک یاد ہے تقریباً ۸ یا نو سال کا عرصہ ہوا۔ سید العلما مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مدظلہ نے لکھنؤ میں ایک ادارہ مجلس شیعہ علمائے ہند لکھنؤ کے نام سے قائم کیا تھا۔ جس کے ناظم وہ خود تھے اور صدر سرکار نجم العلما اعلی اللہ مقامہ۔ منتخب ہوئے تھے، یہ ادارہ جمعیۃ العلماء ہند دہلی کی جوابی حیثیت سے عالم وجود میں آیا تھا کیونکہ جمعیۃ العلماء ہند دہلی میں شیعہ علماء کی نمائندگی نہ تھی، اور یہ اندیشہ تھا کہ حکومت، سیاسی ادارے اس دھوکہ میں نہ آجائیں کہ جمعیۃ العلماء ہندوستان کے ہر اسلامی فرقہ کی نمائندہ جماعت ہے۔

ضرورت قیام کے اس غیورانہ احساس پر علمائے شیعہ مستحق مبارکباد ہیں۔ اس ادارے کے مقاصد جہاں تک معلوم ہو سکے ہیں یہی تھے کہ علمائے شیعہ کی تنظیم و یکجہتی کیا تھ ہندوستان میں ہندوستان کے رائج الوقت قانون، اور نئے قانون کی تشکیل اور محکمہ قضا کے قیام میں شیعہ اصول فقہ کے تحفظ و بقا سے ملت جعفریہ کی صحیح رہنمائی کرتے ہوئے ہندوستان اور صوبائی حکومتوں کے سامنے شیعہ نمائندگی کے فرائض سرانجام دیئے جائیں

اس ادارہ کو جہانتک ہمیں معلوم ہے اکابرین علمائے ملت کی تائید و حمایت کا شرف بھی حاصل ہے مرکزی اسمبلی کے قانون خلع وغیرہ اور یو پی کے شیعہ وقف ایکٹ کی تشکیل کے سلسلہ میں بھی اس ادارے نے آواز بلند کی تھی شیعہ وقف ایکٹ، یو پی سے تو البتہ شیعہ حقوق کسی حد تک محفوظ ہو گئے مگر قانون خلع اور دوسرے قوانین میں ادارے کی آواز کا کوئی اثر نہ ہوا۔ ہمیں آج تک معلوم نہیں کہ حضرت نجم العلماء کی وفات کے بعد سرکار کا کون صدر ہے، اور علامہ حائری صاحب قبلہ کے انتقال کے بعد پنجاب کا کون نمائندہ انکی جگہ منتخب کیا گیا ہے، یا اس ادارہ کا دستور العمل کیا ہے۔

ہمیں اس ادارہ کی یہ کیفیت دیکھ کر دلی صدمہ ہوتا ہے کہ ہمارے روحانی سرداروں کی یہ واحد انجمن، غیر منظم، غیر متحرک، اور بے اثر ہے۔ نہ عوام شیعہ پر اس انجمن کے تاثرات مضبوط ہیں نہ حکومت اور ہندوستان کی سیاسی انجمنیں کانگریس اور مسلم لیگ وغیرہ میں اس انجمن کا کوئی اثر ہے لکھنؤ ایجی ٹیشن میں اس میں شک نہیں کہ شیعہ علماء کا زبردست ہاتھ تھا مگر ادارہ کے نام سے یہ کام نہیں ہوا۔ البتہ علماء نے انفرادی طور پر حصہ لے کر اس عظیم الشان جہاد کو فتح کیا۔

جہانتک ہم سمجھتے ہیں۔ اس ادارہ کو بھی نااتفاقی کی بیماری نے کمزور اور قریب المرگ بنا دیا ہے حالانکہ جمعیۃ العلماء کے جس غیر شیعی ادارے کے جواب میں یہ انجمن بنائی گئی تھی ہندوستان میں زندہ انجمنوں میں شمار ہے اور جمعیۃ العلما اور اس کے اراکین ہندوستان میں ہر قسم کی سیاسی اور قومی حیثیت کے مالک سمجھے جاتے ہیں۔ حکومت اور سیاسی اداروں میں ان کا خاصہ وقار ہے کانگریس ہر اہم امور میں ان کے مشورے لیتی ہے ہر قومی معاملہ میں جمعیۃ العلماء نمائندگی کے فرائض سرانجام دیتی ہے۔ اسوقت ہندوستان کے ہر صوبہ میں اور صوبہ کے ہر ضلع میں اس کی شاخیں قائم کی جا رہی ہیں۔ ہر علاقہ ضلع اور صوبہ کے سنی علما اس جمعیت کی تنظیم جمہوری اصولوں پر مضبوط و مستحکم بنا رہے ہیں۔ ہندوستان میں علما کانفرنسیں ہو رہی ہیں۔ اصول فقہ حنفیہ اور حنفیت اور سنیت جدید سیاسی پوزیشن حاصل کر کے ہندوستان کی نئی آئینی ترقی میں اپنے مناسب مقام و حصہ کی مالک بنتی جا رہی ہے۔

مگر افسوس ہمارے علمائے کرام مناظرہ کے اس میدان تنظیم اور قومی خدمت اور فقہ جعفریہ کی سربلندی کی کوششوں میں کسی قسم کا کوئی حصہ نہیں لے رہے ہیں۔ حالانکہ اس جد و جہد اور سیاسی انقلاب کے زمانہ میں شیعی اصول فقہ کی نمائندگی کی کسقدر ضرورت ہے آج اگر حکومت اور سیاسی انجمنوں نے اپنے فقہ و اصول کی اہمیت کا احساس نہ کرایا، تو کل آزاد ہندوستان میں جب آزاد اسلام کے قیام و تشکیل کی عملی صورت کا وقت آئے گا۔ تو شیعی نظریات نظرانداز کر دینے کا خطرہ پیدا ہو جائیگا۔

جمعیۃ العلماء کے اراکین نے سیاسیات میں حصہ لیکر اپنے آپ کو اور اپنی انجمن کو باوقار بنا لیا ہے اس کے برخلاف ہمارے علمائے کرام نے سیاسیات کو شجر ملعونہ سمجھکر اسکو چھوڑ دیا ہے۔ اور وہ خود اور انکی انجمن کسی شمار قطار میں نہیں۔ جمعیۃ کے علماء فردی اور نام و نمود کی باتوں سے بالاتر ہو کر اتفاق و اتحاد کے رشتہ میں منسلک ہو کر کام کر رہے ہیں اسکے برعکس شیعہ علماء کی آپس میں پارٹی بندیاں اور بغض و عناد اور دشمنی نے ان کو مل بیٹھنے کے ناقابل بنا دیا ہے شیعہ علماء میں کوئی تنظیم نہیں۔ کوئی جماعتی اور مجلسی زندگی نہیں، قومی تحریکات کی رہنمائی کرنے کی صلاحیت نہیں۔ زندہ رہنے اور قوم میں زندگی پیدا کرنے کے متحرک رہنے اور ضرورت زمانہ کا احساس کرنے کا کوئی ملکہ نہیں۔ ہمارے علمائے کرام ہمیں ان تلخ نوائیوں سے معاف فرمادیں جب وہ خود آپس میں اتفاق کر کے ایک انجمن نہیں چلا سکتے، حکومت اور سیاسی انجمنوں کے سامنے قانون سازی میں شیعہ فقہ و اصول کی نمائندگی نہیں کر سکتے، تو پھر وہ بقول معصوم کس طرح اپنے نفوس کو ہوا سے بچا کر دین کے محافظ اور حجت آیۃ اللہ فی

حضرت علیؑ کے حکیمانہ ارشادات

(۱) وہ برائیاں جو تمہیں شرمندہ اور پشیمان کر دیتی ہیں ان اچھائیوں سے بہتر ہیں جو تمہیں تکبر اور غرور میں مبتلا کر دیتی ہیں۔

(۲) آدمی میں جتنی زیادہ ہمت ہوگی اتنی ہی زیادہ اس کی قدر و منزلت ہوگی، جتنی زیادہ مروت ہوگی اتنی ہی زیادہ راست گفتاری اور صداقت ہوگی، جتنی زیادہ حمیت ہوگی اتنی ہی زیادہ شجاعت ہوگی جتنی زیادہ غیرت ہوگی اتنی ہی زیادہ عفت اور پاکدامنی ہوگی

(۳) سخاوت یہ ہے کہ سوال کرنے سے پہلے عطا کیا جائے اور جو سوال کرنے کے بعد دیا جاتا ہے وہ سخاوت نہیں بلکہ حیا اور لوگوں کی ملامت کا خوف ہے۔

(۴) عقل کے برابر کوئی بے نیازی نہیں، جہالت کے برابر کوئی احتیاج نہیں۔ ادب کے برابر کوئی میراث نہیں، آپس میں مشورہ کرنے کے برابر کوئی مددگار نہیں،

(۵) حکمت کو حاصل کرو (کیونکہ) حکمت مومن کی اک کھوئی ہوئی چیز ہے،

(۶) سوائے خدا کے کسی سے کوئی امید نہ رکھو سوائے اپنے گناہ کے اور کسی چیز کا خوف نہ کرو، جو نہیں جانتے اس کے حاصل کرنے میں شرم نہ کرو، جس بات کا تمہیں علم نہیں اس میں اپنی لاعلمی ظاہر کرنے سے شرم نہ کرو،

(۷) رسول خدا کا دوست وہ شخص ہے جو خدا کا مطیع و فرمانبردار ہو چاہے رشتہ اور قرابت کے لحاظ سے دور ہو اور دشمن وہ شخص ہے جو خدا کا نافرمان ہو چاہے رشتہ اور قرابت کے لحاظ سے قریب ہو۔

(۸) جب کوئی حدیث سنو تو اسے غور و فکر (اور عمل) کے لئے یاد رکھو نہ کہ دوسروں سے روایت کرنے کے لئے کیونکہ علم کے نقل اور روایت کرنیوالے تو بہت ہیں لیکن اس پر عمل کرنیوالے بہت کم ہیں۔ ص

(۹) خداوند عالم کے نزدیک انسان کا بہت بڑا گناہ یہ ہے کہ وہ گناہ کو سہل و آسان اور معمولی سمجھے۔

(۱۰) اپنی برائیوں کو حلم اور بردباری کے پردہ میں چھپاؤ اور اپنی خواہشوں کو عقل کی تلوار سے کاٹو کیونکہ حلم ایک ڈھانکنے والا ص پردہ اور عقل ایک کاٹنے والی تلوار۔

تشریف آوری

ہمیں یہ معلوم کرکے بڑی مسرت ہوئی کہ حضرت مولانا رضا لقمان صاحب قبلہ زیارت عتبات عالیات سے واپس تشریف لے آئے ہیں ان کے ساتھ ایک نومسلم بھائی عابد حسین صاحب بھی ہیں جناب مولانا کی ذات سے بمبئی میں ہمیشہ مذہبی شغف بیدار رہتا ہے جناب مولانا نے اس جنگ کے ہولناک زمانے میں زیارت کے لئے سفر فرما کے سید الشہدا سے جس گہری عقیدت کا مظاہرہ فرمایا ہے وہ واقعی قابل قدر ہے

جلسہ ہائے یادگار حسینی

لکھنؤ میں یادگار حسینی کے بین الاقوامی جلسے ۱۴، ۱۵ اور ۱۶ شعبان کو منعقد ہونے والے ہیں جن میں ہندوستان کے گوشہ گوشہ کے مشاہیر شرکت فرمائیں گے، امید کی جاتی ہے کہ یہ اجلاس ہندوستان بھر میں ایک تاریخی حیثیت کے مالک ہونگے

اکبر حسین صاحب کی روانگی!

بمبئی کے سرگرم رکن جناب سید اکبر حسین صاحب زیدی والے گزشتہ ہفتہ لکھنؤ تشریف لے گئے ہیں آپ ۱۳ رجب المرجب کو بڑے پیمانہ پر انعام فرماتے تھے، جس میں لکھنؤ کے ہزاروں مومنین شرکت فرماتے تھے۔ آپ نے ایک جائداد بھی اسی کار خیر کے لئے وقف کر دی ہے، کہ آئندہ ہمیشہ یہ کار خیر انجام پاتا رہے بمبئی میں بھی آپ قومی اور مذہبی کام ہمیشہ پیش پیش رہا کرتے تھے

مولود مسعود!

بتقریب ولادت باسعادت امیر المومنین حضرت علی ابن ابو طالب علیہ السلام حسب سابق امسال بھی بتاریخ ۱۳ رجب المرجب مطابق ۱۵ جولائی بروز شنبہ شب کو ۸ بجے غیر طرحی مجلس مقاصدہ مسافر خانہ حاجی جمال واقع عمر کھاڑی منعقد ہوگی امید ہے کہ مومنین کرام زحمت تشریف آوری گوارا فرما کر حقیر کو ممنون اور خود کو مثاب فرمائیں گے۔

ناچیز حسین حاجی فدا علی ویرجی،

بقیہ مضمون ص

مجلس علمائے شیعہ

العالمین اور حجتہ الاسلام والمسلمین خادم الشریعت کے کئی معنے ہماری سمجھ میں نہیں آتے کیا ہیں۔

ہم اپنے مقدس و محترم علمائے کرام کی خدمت میں حضرت قائم آل محمد کے جن کی طرف سے وہ آج کل نیابت کے دعویدار ہیں واسطے کر عرض کرتے ہیں کہ وہ خدا کے واسطے اپنی انجمن مجلس شیعہ علماء ہند کی تنظیم کرکے جمعیتہ العلماء کا پورا پورا جواب بن جائیں۔ ہم آپ سے کانفرنس وغیرہ میں شامل ہونے کی درخواست نہیں کرتے۔ قید و بند کی دعوت نہیں دیتے۔ صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ اپنی علماء برادری کی خالص مذہبی ہی انجمن مجلس شیعہ علماء ہند کی ہر صوبہ، ضلع میں تنظیم قائم کرکے انجمن کو ہندوستان کے شیعہ علماء کے شایان شان ادارہ بنائیں تاکہ موجودہ سیاسی اور آئینی انقلاب میں آپ خود باعزت زندہ رہ کر ملت حقہ کو زندہ رکھ سکیں۔

ص پر ملاحظہ عقل ایک کاٹنے والی تلوار۔

پتہ: دفتر حسینی پیغام ویکلی!
۹۶ ابراہیم رحمت اللہ روڈ، بمبئی نمبر ۳۔

از جناب انتظار الغفاری صاحب ڈبائیوی

پھر کیا ہو؟

اٹھ کہ پیدا ہوئی ظلمت افقِ خاور پر ؎ بزم میں شعلہ نوائی سے اجالا کر دیں

جھکے ہوئے سر اور بیٹھے ہوئے دل، لڑکھڑاتے ہوئے قدم اور تھکے ہوئے بازو، لرزتی ہوئی آوازیں اور سہمی ہوئی نگاہیں قنوطیت کی تاریکیاں اور مایوسی کی آندھیاں آسمان کے شکوے اور تقدیر کا رونا۔ نفاق کی آگ اور انتشار کے شعلے خلوص کی کمی اور عزم کا فقدان مسکینی و بزدلی سے محبت اور تلوار سے نفرت، اتحاد کا شور لیکن ڈیڑھ اینٹ کی مسجدوں کی بہتات عمل کی تبلیغ لیکن بے عملی کے مظاہرے، رزولیوشن کی بھرمار لیکن انکو عملی جامہ پہنانے سے گریز صنعت و حرفت کی زبانی مدح لیکن عملاً نفرت۔ یہ اس قوم کی حالت ہے جسنے کبھی تخت شاہی میں فقیری اور فقیری میں شہنشاہی کی تھی؛ باطل سے جھکنے والے اسے آسمان نہیں ہم ؏ کے ترانے الاپتی تھی جبکہ زندگی تھی عمل پیہم تگاپوئے دوام اور جہادِ مسلسل۔ ؏

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا۔

یہ حالت کیوں ہو گئی؟ شیعہ اس مسئلہ پر غور کرنیکی ضرورت نہیں سمجھتا کیونکہ اسکے خیال میں موجودہ حالت قابل خدمت نہیں لیکن قدرت چلا چلا کر کہہ رہی ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم (یعنی بیشک اللہ کسی قوم کی حالت اسوقت تک نہیں بدلتا، جبتک خود اسکا کیرکٹر نہ بدل جائے) جب اس قوم کے نفس متغیر ہوگئے۔ ذہنیتیں بدل گئیں، قوتِ عمل مضمحل ہوگئی۔ تو قدرتی طور سے حالت بھی بدل گئی۔ جب خیبر شکن بازو نہ رہے جب کربلا پیش کرنیوالے قلوب نہ رہے جب پرخار راہیں طے کرنیوالے قدم نہ رہے تو وہ سربلندیاں اور سرفرازیاں بھی نہ رہیں۔ نان جویں کے ٹکڑے رہ گئے۔ اور قوتِ حیدری نہ رہی بطلّقی رہ گئی اور حسینی شجاعت نہ رہی، مختار کا جذبۂ انتقامی ٹیپو کی سرفروشی (؟)، نادر کی شوکتِ قہرمانی، آصف الدولہ کی عظمت غفاری، اب یہ چیزیں کہاں۔ اب تو مسکینی ہے اور دلگیری، محکومی ہے اور مظلومی، بزدلی ہے اور نفس پرستی۔ قوم کی ذہنیت اپنی انتہائی پستی کو پہنچ چکی ہے، اور اس پستیِ ذہنیت نے پورے اسلام کی ہیئت کو بدل دیا ہے، نمازیں، اور روزے حج اور زکوٰۃ سجدے اور دعائیں، شب بیداریاں اور سحر خیزیاں، تسبیح خوانیاں اور قرآن خوانیاں سب اپنی ظاہری شکل میں موجود ہیں لیکن انکی روح غائب ہو چکی ہے۔ نمازیں غلامیں نہ رہیں اور روزے روزے نہ رہے جن نمازوں سے سطوتِ توحید قائم ہوئی، جن نمازوں سے حریت و مساوات کے قصر بلند کئے گئے۔ جو نمازیں تیروں کی باڑھوں اور تلواروں کے سایوں میں پڑھی گئیں۔ جو نمازیں تپتے ہوئے صحراؤں، اور تین دن کے فاقوں میں پڑھی گئیں، ان نمازوں کو آنکھیں تلاش کرتی ہیں اور مایوس واپس آتی ہیں۔ اب تو ان نمازوں کا زمانہ ہے جنپر اقبال کا یہ شعر صادق آتا ہے ؎

تری نماز میں باقی جلال ہے نہ جمال
تری اذاں میں نہیں ہے مری سحر کا پیام

ایک دفعہ اسی طرح جب مسلمان کی عملی قوتیں شل ہوگئی تھیں تو واقعہ کربلا فضاؤں میں صورِ اسرافیل بنکر گونجا جس نے مسلمان کی عروقِ مردہ میں پھر تیزی کے ساتھ خونِ زندگی کی لہریں پیدا کر دیں۔ آج ہر سال اس عدیم المثال واقعہ کی یاد منائی جاتی ہے۔ جلوس اور مجلس، تعزیہ داریاں اور آہ و زاریاں، نوحہ خوانیاں اور سینہ کوبیاں سب کچھ کیا جاتا ہے۔ لیکن قوم ہے کہ زوال کی گہرائیوں میں ڈوبتی چلی جا رہی ہے۔ آخر کیوں؟ کیوں یادگار حسینی قوم کی نشاۃ ثانیہ کی پیغامبر نہیں بن سکتی۔ صرف اسوجہ سے کہ تغیرِ ذہنیت یہاں بھی مصروفِ عمل ہے۔ یادگار منائی جاتی ہے لیکن اسطرح نہیں جسطرح منائی جانی چاہئے۔ اور جو کچھ کیا جاتا ہے وہ بھی خلوص سے ہماری ہے حسینؑ کو آنکھیں دیکھتی دل نہیں دیکھتے ماتم سینوں کو مجروح کر دیتا ہے لیکن اسکی دھمک قلب کی گہرائیوں تک نہیں پہنچتی۔ آنکھیں واقعہ کربلا کا تصور کرتی ہیں لیکن بالکل مختلف شکل میں۔ امام اور ان کے ساتھی ہماری نگاہ تصور کے سامنے مظلوم، کمزور مسکین، دلگیر انسانوں کی شکل میں آتے ہیں۔ لیکن ہم بھول جاتے ہیں کہ انکی جلالی شان بھی جمالی شان سے کچھ کم نہ تھی، اور جلال و جلالی اور قہاری و غفاری کا اپنی انتہائی کمال کے ساتھ ایک جگہ مجتمع ہونا ہی واقعہ کربلا کی امتیازی شان ہے۔ ہمارا نوجوان علی اکبر کے سینہ میں برچھی لگتے ہوئے تو دیکھ لیتا ہے لیکن اسکی کوتاہ نگاہیں، انکے گھوڑے کی تک و تاز اور مخالفین کا ہجوم، انکی شمشیر کی تڑپتی ہوئی بجلی اور خون کے فوارے نہیں دیکھ سکتیں۔ عورت بھڑکتے ہوئے خیمے، اترتی ہوئی چادریں، اور روتی ہوئی سیدانیوں کا تصور کرتی ہے اور گھر فاطمہ کا ہوگیا بازار حسینا کا نالہ بلند کر دیتی ہے لیکن افسوس کہ اسکے کان ان انقلابی تقریروں کو نہیں سن سکتے جو کھلے بازاروں اور بھرے درباروں میں کی گئی تھیں اور جنہوں نے اس مشن کو جو محرکۂ کربلا میں ناہموار چھوڑ دیا گیا تھا، پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ الغرض ہمیں ساری داستان میں یہ دیکھنے آتا یا دہے کہ امام حسین اور انکے رفقا مظلوم تھے بیکس تھے، کمزور تھے، گڑگڑا کر پانی کی التجائیں کرتے تھے اور ٹھکرا دی جاتی تھیں۔ عورتوں کی بھرے درباروں میں توہین کیجاتی تھی، اور وہ ہندی عورت کی طرح بال کھول کر چیخنے لگتی تھیں۔ لیکن ایسے غلط تخیل کا فائدہ معلوم۔ اگر واقعہ کربلا ہمارے دل و دماغ میں ہیجان برپا نہیں کر سکتا اگر ہم میں مختار کا انتقامی جذبہ پیدا نہیں کر سکتا، اگر ہماری

رگ رگ اور روئیں روئیں کو انقلابی حرارت سے گرما سکتا تو ہمیں طوعاً و کرہاً یہ قبول کرنا ہی پڑیگا۔ کہ ہم زوال کے اس درجہ پر پہونچ گئے جہاں کی فضا یہ ہے ثم قست قلوبکم من ذالک فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ۔

مولوی زمانہ کی رفتار سے ناآشنا، لیڈر گندم نما جو فروش، نوجوان بزدل اور مغربیت کا دلدادہ، عورت جاہل اور توہم پرست، مبلغ پیشہ ور اور تفسیری و فطیری روٹیوں کے چکر میں گرفتار۔ انجمن ذاتی مقاصد کے حصول کا ذریعہ بن گیا ہو؟ جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے، ایسی نازک حالت میں دو قسم کے خیال دماغ میں آتے ہیں، ایک یہ کہ کچھ نہیں ہو سکتا، دوسرا یہ کہ کچھ ہو سکتا ہے۔ پہلے خیال کا نتیجہ ہوتا ہے تباہی اور بربادی، دوسرے خیال کا نتیجہ ہوتا ہے ترقی اور کامرانی قوموں اور ملتوں کے عروج و زوال کی داستانیں اسی ایک حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ ہماری قوم کی حالت اگرچہ انتہائی زوال پر ہے لیکن لاتقنطوا من رحمۃ اللہ کی گارنٹی کے ہوتے ہوئے مایوس ہونیکی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ لیکن ضرورت ہے ارتعاش خیز عمل کی اور وہ عمل عزم کی اسٹیج پر کھڑے ہو کر جذباتی تقریر کر دینا، قلم کے زور سے آسمان کے طبق کو زمین سے ملا دینا سالانہ اجلاس میں شاندار رزولیوشن پاس کر دینا، اور پھر آرام سے سو جانا۔ انکو عمل سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اسوقت ضرورت ہے اس زبردست عمل کی جو عالم افکار میں زلزلہ پیدا کردے اس عظیم الشان جہاد کی جو ذہنیتوں میں انقلاب کے شعلے بھڑکا دے اس ہیجان خیز تبلیغ کی جو مردہ رگوں میں ایمان و عمل کی بجلیاں دوڑا دے، اس ہنگامہ کن شیرہ کاری کی جو بہتے ہوئے دھارے اور چلتی ہوئی ہوا کا رخ پلٹ دے اور اگر قوم ایسے عمل کے لئے تیار نہیں ہے تو بہتر یہ ہے کہ قبریں کھود کر اور کفن سی کر پہلے سے تیار کر لئے جائیں تجدید حیات کے لئے ایسے ہی عمل کی ضرورت ہوا کرتی ہے موجودہ حالت جو کہ نتیجہ ہے پستی تخیل، تنگی ذہنیت اور تقصیر نفس کا اسکو بدلنے کے لئے ضرورت ہے ذہنیتوں کے انقلاب، بلند مطمع نظر کے تعین اور کیرکٹر کی تبدیلی قوم کے افعال و اعمال کو، رسوم و رواج کو، طور اور طریقوں کو تخریب کی چھلنی میں ڈالکر اچھی طرح سے چھان ڈالا جائے۔ لیڈر اور مولوی، مبلغ اور ذاکر، انجمنیں اور اخبارات، سب کے طرز عمل کو تنقید کے چھاج میں رکھکر زور سے پٹک ڈالا جائے، اگر مولوی مولوی نہیں ہے، اگر رہنما رہنما نہیں ہے، اگر مرکز مرکز نہیں ہے تو اسکو بلا پس و پیش کے چھٹی دیدیجائے، اگر جماعتیں اپنا فرض ادا نہیں کرتیں، اگر ادارے کام کرنا نہیں چاہتے، تو جماعتوں اور اداروں کو توڑ دیا جائے۔ اس تخریب و تنقید کی روا داری میں اگرچہ بظاہر تباہیاں نظر آتی ہیں۔ لیکن تعمیر بغیر اس کے ممکن نہیں کیونکہ ؎

گفت رومی ہر بنائے کہنہ کا باداں کنند
تو ندانی اول آں بنیاد را ویراں کنند

پھر نئی امنگیں نئی آرزوئیں نئے طریقے نیا رہنما نیا قافلہ اور وہی پرانا راستہ جو نجف ہوتا ہوا حجاز کو پہنچتا ہے یعنی جو شخص تنقید و تخریب کی کسوٹی پر پورے اترتے ہیں، انکی ایک سرفروش جماعت قائم کی جائے۔ جو اپنی زبردست قوت عمل اور عزم کا ثبوت دیتا ہے رہنمائی کا کام انجام دے: عسکری نظام قائم ہو، ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار اور سامنے کربلا کی راہیں چمکتی ہوئی شمشیریں اور لچکتے ہوئے نیزے، دوڑتے ہوئے گھوڑے، اور ٹھہری ہوئی لاشیں اور پھر ؎

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ جہاں معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

(اقبال)

حسینی پیغام بمبئی

کو دور دراز ملکی شہروں، اور قصبوں تک پہونچانے کے لئے ہمیں دیانتدار ایجنٹوں کی ضرورت ہے کمیشن
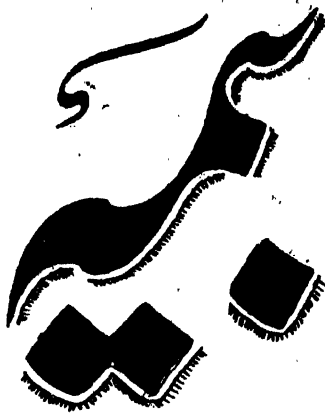
از جناب ذاکر حسین صاحب فاروقی بی اے

مذہب کی ضرورت!

آج چند سال سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ مغربیت کا سیلاب مادیت میں اسطرح بہی چلی جارہی ہے کہ وہ مذہب کی ضرورت ہی سے نا آشنا ہوتی جاتی ہے اور مذہب غریب کو عہد پارینہ کی ایک کرم خوردہ داستان سمجھکر حوالۂ طاق نسیاں کر رہی ہے، الحاد کا علمبردار روس اشتراکی نظریات کی ترویج کیخاطر مذہب کو ترک کر چکا ہے اور فلسفہ مغرب کلیسا، کی حدود سے آزاد ہو کر اب کلیۃً مذہب کے قیود کو توڑ ڈالنا چاہتا ہے یوں تو کہنے کے لئے پوپ کی روحانی حکومت اٹلی اور فرانس میں موجود ہے مگر حقیقت حال کے جاننے والے یہ جانتے ہیں کہ ان ممالک میں بھی خدا کا تخیل اور مذہب کا اقتدار ایک مضحکہ خیز یادگار کے علاوہ کچھ نہیں سمجھا جاتا لوگ اگر اتوار کو کلیسا میں جاتے ہیں تو ان کے مقاصد بھی جداگانہ ہوتے ہیں انمیں سے پانچ فیصدی بھی ایسے نہیں ہوتے جو خلوص اور ارادت کے جذبات کے ساتھ مذہب کی ذرہ برابر بھی اہمیت سمجھتے ہوں، مگر یہ سب کیوں ہے؟ کیا وجہ ہے کہ انسان مذہب سے متنفر ہو رہا ہے؟ وہی انسان جو ایک زمانہ میں مذہب پر اپنا سب کچھ قربان کر سکتا تھا، آج مذہب سے کیوں بیگانہ ہے؟

کیا مذہب نے اپنی دلفریبیاں انسان کے لئے ختم کر دیں؟ کیا اسکی ضرورت موجودہ انسان کے دائرہ حیات میں باقی نہیں رہی۔ کیا انسان اتنا ترقی یافتہ ہو گیا ہے کہ وہ اخلاق کی بندشوں اور سماج کی پابندیوں کی ضرورت تسلیم نہیں کرتا؟ غور کرنے کی بات ہے، اور ہمکو وہ چیزیں معلوم کرنی چاہئیں جن کی وجہ سے مذہب کا تخیل معدوم ہو رہا ہے۔ یقینی ہے یا تو مذہب اس قابل نہیں رہا کہ اسکی پابندی کی جائے۔ یا مذہب کے موجودہ مدعی اس قابل نہیں کہ ہمکو مذہب کا صحیح مفہوم سمجھا سکیں یا حقیقت اور سچائی ہمکو نظر نہیں آتی، ان تین چیزوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے، اب اگر یہ کہا جائے کہ مذہب صحیح رہنمائی کے قابل نہیں رہا تو یہ سوال ہوگا کہ آیا آج انسانی فطرت کچھ پہلے سے تبدیل ہوگئی ہے؟ کیا آج انسان نقصان سے خوش اور نفع سے رنجیدہ ہوتا ہے۔ کیا آج انسان اولاد کے مرنے پر جشن مناتا ہے؟ اور لڑکے کی شادی پر آنسو بہاتا ہے؟ کیا آج انسان مکر و ریا، دغل و فریب جھوٹ اور دغابازی میل محبت، دوستی و دشمنی یا اس قسم کے جذبات میں پہلے کے انسان سے کچھ ممتاز ہے؟ کیا آج کا انسان اسی فطرت کمزوریوں اور غلطیوں، اچھائیوں اور بلندیوں۔ جذبات و تحریکات، شہوات و خواہشات کا مالک نہیں ہے جو اس کے اجداد میں پائی جاتی تھی۔ یقیناً فطرت وہی ہے انسان وہی ہے جذبات وہی ہیں۔ ہاں یہ ضرور بات ہے کہ ہر چیز پر تصنعات و تکلفات کے پردے ہیں یا فطرت کے سادہ اصولوں کو اپنے وضع کردہ قوانین میں اس طرح الجھا دیا گیا ہے کہ وہ سامنے نہیں آتے مگر اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ تبدیل ہو گئے ہیں انسان کی نفسیاتی زندگی کا تجزیہ ثابت کر دیگا کہ فطرت وہی ہے، جو ہمیشہ رہی ہے اور وہی ہمیشہ رہیگی قرآن کہتا ہے ؎

فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم ج ولکن اکثر الناس لا یعلمون (اللہ کی فطرت جس پر انسان کو پیدا کیا ہے اللہ کی بناوٹ میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ وہی اللہ کی ٹھہرائی ہوئی فطرت سچا اور ٹھیک دین ہے لیکن اکثر انسان ایسے ہیں جو اس حقیقت سے بےخبر ہیں۔)

سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ج ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ہ (جو لوگ پہلے گذر گئے ان کے بارے میں بھی خدا کی عادت جاری رہی اور تم خدا کی عادت (فطرت) میں کبھی تغیر نہ پاؤگے)

اسلامی رسول فرماتا ہے، کل مولود یولد علی دین الفطرۃ (ہر بچہ فطرت کی راہ پر پیدا ہوتا ہے) جسکے معنی یہ ہیں کہ فطرت ناقابل تغیر ہے۔ اور ہر انسان کا جزو مشترک وہی فطرت انسانی ہے جو موسم۔ مقام صورت حال جغرافیائی، لسانی، نسلی، ذہنی ماحولی، تمدنی، معاشرتی، انقلابات، اختلافات، اور پابندیوں سے بالاتر ہے، وہ ایک ہے۔ ناقابل تقسیم ہے اور جاودانی ہے اسکو انگلستان کے متمدن اور افریقہ کے غیر مہذب انسان میں ہمیشہ مشترک پایا جائے گا۔ میں مانتا ہوں کہ نفسیاتی تجزیہ اور تحلیل کرنا پڑیگی۔ اور تفحص و تجسس میں جد و جہد کرنا ہوگی، مگر جب تصنع تہذیب اور انسانی صنعت کے پردے ہٹا کر انسان کو بے نقاب کیا جائے گا تو وہ ایک اور محض ایک ہی شکل میں رونما ہوگا۔ اور اسی واحد انسانی تصور کا نام ہے فطرت؛

اب جبکہ فطرت وہی ہے تو اس فطرت کے اصول و قوانین، اسکی راہیں اور اس کے طریقے بھی وہی ہوں گے جو پہلے تھے لہذا چونکہ فطرت ساختہ ربانی ہے اور خدا کو [illegible] کی دستبرد کو فضل رکھتی ہے اسلئے یقینی ہے کہ اس کے قوانین، اس کا ضابطہ حیات اور اسکا نظام عمل بھی انسانی دماغ و دل کا ساختہ و پرداختہ نہ ہو اس لئے کہ انسان ہر شئے پر تصنع کے پردے چڑھاتا ہے اور اسی تصنع کا نام تہذیب رکھتا ہے، اسکی ترقی یہ ہے کہ معاشرت کو پیچیدہ سے پیچیدہ تر بنایا جائے، تمدن میں ہزاروں گتھیاں ڈالدی جائیں۔ ہر چیز کی سادگی کو فنا کر کے اسمیں اپنی صنائع اور ایجادات کو دخل دیا جائے، مگر دخل در معقولات فطرت بند نہیں کر سکتی وہ انسان کی حاکم ہے اس کے جذبات اور تحریکات پر قابض ہے اسکی تخیلات اور

اور نفسیات کیفیات پر حکمراں ہے اس لئے ہرگز انسانی دست برد کو پسند نہیں کر سکتی۔ وہ تابع ضرور ہے مگر انسان کی مگر ان کی تابع نہیں بلکہ قدرت اور خالق اکبر کی تابع، وہ اسی کے بنائے ہوئے راستے اسی کے وضع کردہ قوانین اور اسی کے دئیے ہوئے مشوروں پر چل سکتی ہے، اور وہی مالک حقیقی جو فطرت کا خالق ہے اسکو حکم دیسکتا ہے۔ اسی خدائی حکم کا نام جو فطرت انسانی کا لائحہ عمل کہا جا سکتا ہے۔ مذہب ہے۔ مذہب کوئی فلسفہ کا مسئلہ نہیں شاعرانہ تصورات کی نقشبندی نہیں ایک نبی یا رشی کے فرمودات کا مجموعہ نہیں مراسم معاج کی پابندی کا نام نہیں، بلکہ فطرت انسانی کے اصولوں کا نام ہے، چونکہ فطرت غلطیوں سے بالاتر اور قصوروں سے افضل ہے اسلئے اسکا راستہ پاکیزہ اور سیدھا ہی ہوگا، جسطرح فطرت معصوم ہے اور اسمیں گناہ اور خرابی کا شائبہ نہیں ہو سکتا اسی طرح فطرت کا رہنما مذہب بھی خامیوں غلطیوں اور برائیوں سے دور

سب سے ہوئے تکمیل اور افضلیت کا نمونہ ہوگا۔ اور جب یہ سب تمام ہوگا۔ . . . .

۔۔ رہنمائے تکمیل فطرت کا تو اسکی ضرورت اور اس کی اہمیت آج ہی کی دنیا میں نہیں بلکہ ہمیشہ آنیوالے زمانوں میں بھی رہے گی۔

ترقی ایک غیر محدود لفظ ہے اور ہمیشہ اضافی معنوں پر دلالت کرتی ہے یہ کوئی مستقل چیز نہیں یہ کوئی خاص نقطۂ عروج نہیں بلکہ محض اضافی تعلق کا نام ہے ایسی صورت میں جب ترقی کے حدود نہ معلوم ہوں اور جب اس کی منازل کی منتہائے پرواز تخیلی حدود سے بھی باہر ہو تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ انسان کو اپنی فطری ترقی کی نامعلوم حدود [illegible] کے حصول اور ان صلاحیتوں اور استعدادوں کے ارتقا میں جن کو فطرت نے اس میں ودیعت کیا ہے مذہب کی رہنمائی کی ضرورت نہ ہوگی۔ اسوقت تک جبتک کہ انسان فطرت کا غلام ہے اور فطرت

پہچانا ہو نہیں پاتا ہے تب تک فطرت کی رہنمائی میں چلنے والے کو یہ ضرورت لاحق رہیگی کہ خود فطرت کو کوئی طاقت صحیح راستے پر چلائے تاکہ کہیں خود فطرت بے راہ ہو کر ہم کو تباہی کے غار میں گرا دے یہ صحیح ہے کہ فطرت معصوم ہے اور قرآن بھی (انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم) کہکر اسپر دلالت کر چکا ہے اور اسلئے یہ ضروری ہے کہ فطرت بے راہ نہیں ہو سکتی، مگر واقعہ یہ ہے کہ کم سن انسان اکثر اپنی طبع کا ذہنیت ہی کو غلطی سے فطرت سمجھ لیتا ہے، اور اسکے احکام پر عامل ہو جاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ ایک فطری کام کر رہا ہے، حالانکہ حقیقتاً یہ غلط ہے، فطرت کا ہرگز وہ منشا نہیں ہوتا جو وہ سمجھ لیتا ہے، وہ جذبات اور نفسیاتی خواہشات کو فطرت کی پیداوار ہیں۔ اور ایک خاص موقع پر پیدا ہوتے ہیں حالانکہ فطرت ہمیشہ موجود رہتی ہے مثال کے طور پر دیکھئے کہ اگر کوئی شخص بلاوجہ کسی کو گالی دیتا ہے تو سننے والے کو غصہ آتا ہے اب لوگ اسی غصہ کو فطرت کہتے ہیں، حالانکہ غصہ ایک

خاص چیز کی تحریک سے تھوڑی دیر کے لئے پیدا ہوا ہے۔ اور تھوڑی دیر میں فنا ہو جائے گا فطرت ہر وقت موجود رہتی ہے اور غصہ یا اسی قسم کا کوئی اور جذبہ محض وقتی ہوتا ہے اور یہ فطرت کی پیداوار ہوتا ہے غلطی افراد ولغزیدہ خامی یا اور جو کچھ خرابیاں ہوتی ہیں اس عارضی جذبہ کی پیدا وار ہوتی ہیں حالانکہ فطرت خود معصوم بالکل اسی طرح جذبہ معصوم ہے اب دیکھئے اکثر انسان اس فطرت کی پیداوار یعنی غضبی بہیمی اور شہوانی خواہشات یا بیرونی تحریک سے بیدار شدہ جذبات کو عین فطرت سمجھ کر اسپر عامل ہو جاتے ہیں۔ لہذا ضروری یہ ہے کہ اسکی اصلاح کیجائے اور ان خواہشات و جذبات کی صحیح پرورش کیجائے تاکہ وہ بے راہ ہو کر ہم کو بے راہ نہ کر ڈالیں۔ یہ جذبات اور خواہشات فطرت کی تخلیق ہیں اور ان کی درستی کے لئے فطرت ہی کا قانون چل سکتا ہے۔ اسلئے کہ کوئی انسانی قانون عمل پر حرف گیری کرسکتا ہے۔ مگر خیال پر پابندی نہیں لگا سکتا۔ قتل کرنا منع ہو سکتا ہے مگر دل میں قتل کا خیال اگر پیدا ہو۔ تو اسکا دو ملنہ ضابطہ فوجداری نہیں بند کر سکتا۔ اس چیز کو اگر کوئی پابند کر سکتا ہے تو وہ مذہب ہے۔ مذہب ہی کے جذبات اور خواہشات کی صحیح تربیت کر سکتا ہے، اور وہی عالم تخیل میں گناہ و ثواب کے فلسفے سے قلب انسانی کے پردوں میں پوشیدہ صنم کدوں کے بتوں کو پاش پاش کر سکتا ہے لہذا اسوقت تک جب کہ یہ جذبات اور خواہشات قلب میں موجود ہیں اور جب تک ان جذبات میں انسان کو گمراہ کرنے کی اہلیت ہے اسوقت تک مذہب یقیناً ہماری قیادت کرتا رہے گا۔

اب سوال یہ رہا کہ کیا ہم مادیت کے طوفان میں اس طرح گھرے ہوئے ہیں کہ ہم کو مذہب کی خوبیاں اور روحانیت کے جوہر جذب نہیں کر سکتے؟ اگر ایسا ہے کہ ہم مادیت میں گھر چکے ہیں تو کیا ہماری حالت مسیح کے وقت کے فریسیوں رسول کی کے عہد کے عربوں اور بدھ کے زمانے کے ہندوستانیوں سے بھی بدتر ہے؟ ہرگز نہیں! پھر کیا وجہ ہے کہ مذہب ان لوگوں کی تو اصلاح کر سکتا ہے اور انکو اسکی خوبیاں جذب کر کے روحانی دنیا میں پہونچا دیتی تھیں، اور ہم کو بلند نہیں کر سکتیں مذہب بھی وہی ہے انسان وہی ہے! پھر کیا وجہ ہے کہ وہ اپنا اثر نہیں دکھاتا؟ ماننا پڑے گا کہ قصور ان ہاتھوں کا ہے جنہیں آج مذہب کی عنان ہے اور جو مذہب کو اپنے ذاتی مفاد کا آلہ کار بنائے ہوئے ہیں یہ ان لوگوں کی نفسانیت اور خودغرضی ہے جو مذہب کو ہم تک نہیں پہونچنے دیتی۔ وقتاً فوقتاً ہم دیکھتے ہیں کہ ٹھیکہ داران مذہب اپنی ضروریات کے مطابق مذہب کو ڈھال لیا کرتے ہیں اور اسطرح غریب کم علم عوام کو دھوکہ دیکر مذہب کی آڑ میں طاغوتی شکار کھیلتے ہیں۔ کیا ٹرکی اور ایران کے مسلمان مولوی اور یورپ کے اسقف اس فعل کے مظہر نہیں؟ کیا انھوں نے سیاسی اقتدار کے حصول کیلئے سلطنتوں کو مذہب کی آڑ میں فنا نہیں کیا؟ کیا امان اللہ شاہ کی تخت سے دستبرداری

اور کمال پاشا کے عہد میں شیخ الاسلام کی بغاوت اسکے مکمل ثبوت نہیں ہیں؟ اسی وجہ سے عوام میں بددلی پھیلی اور چونکہ وہ بدقسمتی سے اس سیاہ کار طبقہ کے اعمال کو مذہب سمجھے لہذا ان کے اعمال کے ساتھ ہی مذہب کو بھی چھوڑ بیٹھے۔

اسکے علاوہ اکثر مذہبی پیشواؤں نے استبدادیت پسند بادشاہوں کی ہمنوائی کی ہے اور ان کے اشارہ ابرو پر ظلم و جور کے فرامین پر بھی مذہبی توثیقات ثبت کی ہیں ہنری ہشتم کی اینی بلین سے شادی ایسے ہی فتوے کے ماتحت ہوئی پر مسلمانوں میں بھی علماء کے فتادے استبدادی طرز حکومت کی حمایت کرتے رہے ہیں۔ مصطفے کمال کی عہد سلطنت عبدالحمید میں تکفیر اسی قسم کی ایک موجودہ مثال ہے۔

مذہبی کتب بھی ان زبانوں میں ہیں جو آج دنیا سے عملاً مفقود اور مردہ ہو چکی ہے، عبرانی، پہلوی، اور سنسکرت زبانیں کتنے لوگ سمجھتے ہیں؟ اسی وجہ سے اصل مذہبی کتب ہمارے سامنے نہیں آتیں اور ہم ان کی خوبیوں سے ناآشنا رہتے ہیں یہ بھی مذہب سے بے اعتنائی کی ایک خاص وجہ ہے۔

رہبانیت اور دنیا سے قطع تعلق، دنیا کے منافع کی تحقیر جذبات اور خواہشات کے کچلنے کی تعلیم بھی اس منافرت کی باعث ہوئیں، یہ صحیح ہے کہ کم از کم اسلام رہبانیت کو منع کرتا ہے اور حصول دنیا بھی انسان پر واجب گردانتا ہے۔ مگر کیا مسلمان اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ اب انکا موجودہ لٹریچر ترک دنیا اور رہبانیت کی تعلیم سے بھرا ہوا نہیں ہے؟ یہ صحیح ہے کہ اصول اسلام رہبانیت کے خلاف ہیں، مگر عوام اتنی چھان بین نہیں کر سکتے ہیں، وہ تو مذہب کو وہی سمجھیں گے جو ان کے علماء تعلیم کر رہے ہیں اور میں یہ چیلنج کرتا ہوں کہ چھٹی صدی ہجری کے بعد سے علماء کی تعلیم رہبانیت ہی رہی ہے۔ یورپ میں خانقاہوں کا قیام (مناسٹریز) میں مجرد مردوں اور عورتوں کا مذہب کیخاطر زندگی وقف کر کے رہنا بھی اسی اصول رہبانیت اور ترک دنیا کی تعلیم کا نتیجہ ہے، ان تمام چیزوں کا رد عمل کیا ہوا؟ یہی کہ دنیا مذہب سے متنفر ہو گئی اور متنفر ہوتی چلی جا رہی ہے۔

یہی تمام چیزیں ہیں جنہوں نے ملا موجودہ دنیا کو مذہب سے بیگانہ کیا ہے اور میں دلائل کے ساتھ یہ [illegible] ہوں کہ مذہبیت کی کمی اور روحانیت کی گمشدگی کے [illegible] نہ تو مادہ پرست ہیں اور نہ مذہب بلکہ وہ ہیں جو آج محافظ شریعت اور امین مذہب سمجھے جاتے ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ عوام مذہب کو ان لوگوں کے چنگل سے نکالیں اور خود تعلیمات مذہبی حاصل کر کے اپنے نفس اور اپنی روح کی اصلاح کریں کیونکہ اسی کے بعد اس حقیقی منزل اور ارتقاء انسانیت پر پہونچا جا سکتا ہے جو قدرت نے ہمارے لئے مقرر کی ہے۔

شذرات

قیمت میں اضافہ

حسینی پیغام جس آب و تاب سے شائع ہو رہا ہے اس کے پیش نظر ہماری مشکلات میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ کاغذ اور سامان طباعت کی گرانی بہت کٹھن حدود تک پہونچ چکی ہے ایسی حالت میں ہم مجبور ہیں کہ حسینی پیغام کی قیمت میں مزید اضافہ کر دیں، چنانچہ اس مرتبہ سے حسینی پیغام کی قیمت چھ پیسہ فی کاپی مقرر کی جا رہی ہے، مگر جو حضرات سالانہ یا ششماہی خریداری منظور فرمائیں گے ان کو حسینی پیغام پانچ روپیہ سالانہ ہی میں ملا کریگا۔ امید ہے کہ ہمارے کرمفرما ہماری مشکلات کے پیش نظر یا تو سالانہ خریداری منظور فرمائیں گے اور یا پھر اضافہ شدہ قیمت دینا منظور کریں گے۔

ایجنٹوں کی ضرورت

حسینی پیغام کی ترقی و اشاعت میں آپ ہمارا بہت ہاتھ بٹا سکتے ہیں، اس لئے آپ کا اخلاقی اور ایمانی فرض ہے کہ جنوبی ہند میں شایع ہونے والے اس واحد شیعہ پرچہ کی زندگی کو باقی رکھنے کیلئے آپ ہم سے مکمل تعاون کا ثبوت دیں۔ ہم آپ سے چندوں کی بھیک نہیں مانگتے بلکہ آپ سے صرف دو چیزیں چاہتے ہیں ایک تو یہ کہ جس مقام پر آپ رہتے ہیں وہاں کے اخبارات کے ایجنٹ کا نام اور پتہ ہم کو روانہ کریں تاکہ ہم آپ کے شہر یا قصبہ میں اپنی ایجنسی قایم کر دیں۔ اور یا پھر کسی ایک غریب مومن کو تیار کر دیں جو ہمارا پرچہ آپ کے شہر میں فروخت کر سکے۔ اس سے دو فائدے ہوں گے اول تو یہ کہ آپ کا یہ محبوب پرچہ ترقی حاصل کریگا۔ اور دوسرے ایک مومن کے لئے ذریعہ معاش پیدا ہو جائے گا۔

پرچہ واپس نہ کیجئے

جن حضرات کو حسینی پیغام بطور نمونہ بھیجا جاتا ہے ان کو کچھ عرصے بعد وی پی روانہ کر دئیے جاتے ہیں مگر بعض اوقات یہ دیکھنے میں آ رہا ہے کہ جو حضرات عرصہ تک نمونہ وصول کرتے رہے وہ وی پی واپس کر دیتے ہیں اس لئے ایسے حضرات کی خدمت میں التماس ہے کہ جب حسینی پیغام کا آئندہ پرچہ ان کو ملے تو وہ اسے وصول نہ کریں بلکہ واپس کر دیں۔ ورنہ اگر انھوں نے اگلا پرچہ وصول کر لیا تو اس کے بعد ان کی خدمت میں وی پی ضرور روانہ ہوگا جس کا وصول کرنا ان کا اخلاقی فرض ہوگا۔

حسین نمبر

ادارہ حسینی پیغام نے طے کیا ہے کہ وہ یکم شعبان کو "حسین نمبر" شایع کریگا، جس میں مولائے کائنات سید الشہداء علیہ التحیۃ والثناء کی پیدائش کے موقع پر ان کی سیرۂ مبارکہ پر نئے زاویہ سے روشنی ڈالی جائے گی، انشاء اللہ یہ نمبر اپنی آپ نظیر ہوگا۔

"حسین نمبر" ان حضرات کو نہیں بھیجا جائے گا۔ جن کو حسینی پیغام نمونۃً روانہ کیا جا رہا ہے۔ اس لئے کہ گرانی کی موجودہ حالت میں ہم اس نمبر کو کسی حالت میں بھی نمونہ کے طور پر نہیں دے سکتے ہیں۔ اگر آپ اس عالیشان نمبر کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اپنا چندہ سالانہ یا ششماہی فوراً بذریعہ منی آرڈر دفتر کو روانہ فرما دیں۔

مضمون نگار حضرات سے

"حسین نمبر" کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ اپنی قوم کے تمام انشاء پردازوں اور شعرائے کرام سے بھی درخواست کریں چونکہ وقت کم ہے اور ہم فرداً فرداً تمام حضرات کو خطوط روانہ نہیں کر سکتے اس لئے تمام حضرات سے بذریعہ اخبار گذارش کر رہے ہیں کہ وہ اپنے جواہر افکار سے پندرہ رجب تک ہم کو سرفراز فرمائیں تاکہ ہم کو نمبر کی ترتیب و تدوین میں آسانی ہو سکے۔

ہفت روزہ شہید

ہم نے اعلان کیا تھا کہ ہم ہفت روزہ شہید موجودہ پرچے کی جگہ شایع کریں گے اور حسینی پیغام مفت تقسیم کیا جائے گا مگر ابھی تک اس پر عمل نہیں ہو سکا جس کی کئی وجوہ ہیں۔

سب سے پہلی اور اہم تر وجہ یہ ہے کہ ہم حسینی پیغام کو مفت بہت بڑی تعداد میں تقسیم کرنا چاہتے تھے مگر اس کے لئے ہم کو کاغذ فراہم نہیں ہو رہا ہے، اور یہ ایک ایسی ناقابل عبور مشکل ہے کہ جس کا دور کرنا ہمارے حد امکان سے باہر ہے اس لئے ہم مجبور ہیں کہ کچھ عرصہ کے لئے اپنے ارادہ کو ملتوی کر دیں اور شہید نکالنے کی بجائے حسینی پیغام ہی کو جاری رکھیں ہمیں معلوم ہے کہ حسینی پیغام کے قدردان جو شہید کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے ہمارے اس فیصلہ سے ضرور مایوس ہوں گے مگر جس چیز کا علاج نہ ہو اسے انسان کو برداشت ہی کرنا پڑتا ہے۔

التماس دعا

ہمیں یہ معلوم کر کے بہت افسوس ہوا کہ ملت شیعہ کے محبوب رہنما اور احقر مدیر حسینی پیغام کے عزیز دوست مجاہد اعظم سید بشیر احمد صاحب وکیل جن کے حیات آفرین اور بصیرت افروز مضامین آپ حسینی پیغام میں بار بار ملاحظہ فرماتے رہے ہیں آج کل بہت علیل ہیں۔ بشیر صاحب نے ملت شیعہ کی نشاۃ ثانیہ میں جو شاندار حصہ لیا ہے وہ کسی شخص سے پوشیدہ نہیں ہے آپ ان چند اشخاص میں سے ایک ہیں جن پر ملت شیعہ بجا طور پر فخر کر سکتی ہے اور جن کی ایثار پسندانہ مسلسل قومی خدمات سے ملت ایک نئی امید کی کرن دیکھ سکتی ہے۔

بشیر مجسمہ ہیں جوش اور خلوص کا، پیکر ہیں عمل اور ایثار کا اس انسان کی علالت سے قوم کے تمام حلقوں میں شدید بے چینی محسوس کی جا رہی ہے۔

ہم ناظرین حسینی پیغام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ بشیر صاحب کی صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں تاکہ ملت شیعہ کا یہ پرجوش رہبر کامل صحت کے بعد ملت کی خدمت میں اسی طرح منہمک ہو سکے جس طرح وہ ہمیشہ انجام دیتا رہا ہے۔

فدائی فوجدار کے قلم سے:۔

میں پوچھتا ہوں کہ

کیوں گاندھی جی اس پر مصر ہیں کہ اس پر آشوب زمانہ میں کوئی تحریک شروع کی جائے ،،

کیوں اس وقت جبکہ کانگریس اتحادیوں کو پریشان کرنے پر تلی ہوئی ہے وہ یہ ڈھنڈورہ پیٹ رہا ہے کہ اس کا مقصد اتحادیوں کو پریشان کرنا نہیں ہے ؟ ۔

کیوں گاندھی جی نے ہندو مسلم اتحاد کے متعلق اپنی روش تبدیل کر دی ہے ؟ ۔

کیوں گاندھی جی اس حالت میں جبکہ انکو پاکستان کا مطلب معلوم نہیں تھا اس کی مخالفت فرماتے رہے ؟ ۔

کیوں جب راجہ جی نے پاکستان کی حمایت شروع کی تو گاندھی جی نے ان کو کانگریس سے نکل جانے پر مجبور کر دیا

کیوں کانگریس مسلمانوں کا مطالبہ پاکستان منظور کر کے ان کو آزادی ہند کی جدوجہد میں دعوت شمولیت نہیں دیتی ؟ ۔

کیوں معاصر سرفراز لکھنؤ "حسینی پیغام" کو "سواد اعظم کا فتنہ کا لم" ٹھہرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں؟

کیوں نہ معاصر سرفراز کو "ہندوؤں کا فتنہ کالم" قرار دیا جائے اس لئے کہ وہ اس وقت بھی ہندو کانگریس کا حامی بنا رہا جب شیعوں پر یو۔ پی کی کانگریسی حکومت ستم ڈھا رہی تھی

مشنک کے قلم سے:۔

آپکو یقین نہ آئے گا

کہ شیعہ کانفرنس کے ایوان قیادت پر حسینی پیغام نے جو گولہ باری شروع کر رکھی ہے اس سے نسلاً در نسل ہونے والے لیڈر انتہائی پریشان ہیں ۔

کہ ان لیڈر صاحبان نے لکھنؤ میں ایک روزنامہ برسوں ہوئے نکال رکھا ہے تاکہ وہ ان کی بے عملی ان کے جمود ان کی بے حسی اور ان کے ناکارہ پن پر جھوٹی تعریفوں اور پروپگنڈہ کے زور سے پردہ ڈالتا رہے کہ آج کل یہ روزنامہ حسینی پیغام کی صحیح تنقیدوں اور طمع کار قائدین کی بے عملانہ زندگی کی بے نقابی سے انتہائی پراگندہ خاطر ہو رہا ہے ۔

کہ حسینی پیغام کی زبردست دلیلوں کا تو اس کے پاس کوئی جواب نہیں ہے اسی لئے اس نے "حسینی پیغام" جیسے مبارک نام پر سب و شتم کرنا شروع کر دیا ہے ۔

کہ معاصر عزیز کے خیال میں جو اخبار شیعوں کو یہ مشورہ دے کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہوں وہ سواد اعظم کا ایجنٹ اور اپنی قوم کا غدار ہے ۔

کہ ہمارے خیال میں جو اخبار مسلم لیگ کی مخالفت کرتا ہے وہ مسلمانوں کی تنظیم کا دشمن اور ملت اسلامیہ کی زندگی کا دشمن ہے کہ معاصر عزیز چاہے جتنا بھی پروپیگنڈہ کرے شیعوں میں اس کے خانہ ساز لیڈروں کی وقعت اب جمنے والی نہیں ۔

بقیہ مضمون صفحہ ۱۷ سے

.... برخلاف اسکے ہندو مذہب میں ہزاروں سال سے بیشمار گروہ ہندیان موجود ہیں ۔ اور یہ چیز ہندوں کے ورثہ کی حیثیت اختیار کر چکی ہے ایک اعلیٰ ذات کے ہندو کی روزمرہ کی زندگی میں نیچ ذات کے یا اچھوت شخص کے لئے رتی بھر بھی گنجائش نہیں ۔ مگر اسکے باوجود اچھوت قوم کی تعداد کروڑوں تک پہونچتی ہے ، اور ان کروڑوں انسانوں کو جانوروں کی سی زندگی گذارنا پڑتی ہے ۔ کانگریس سوڈان کے عیسائیوں اور چینی مسلمانوں کے جذبہ وطن پرستی کی تعریف کرتی ہے ۔ مگر یہ مثال ہندوستان کے مسلمانوں کے معاملہ میں نہیں دیجا سکتی ، اسلئے کہ ان ممالک میں اکثریت کے اچھے برتاؤ نے اقلیت میں اعتماد اور وطن پرستی پیدا کی ہے ۔ مگر ہندوستان میں اکثریت اپنی تنگ نظری اور مسلم دشمنی سے اقلیت کو اتنا پریشان کر چکی ہے کہ مجبور ہوکر مسلم اقلیت کو علیحدہ وطن کا مطالبہ کرنا پڑا ہے ۔ مسلمان جب یہ دیکھتے ہیں کہ ہندو خود اچھوت ہندوؤں سے اچھا سلوک نہیں کر سکتے بلکہ انھوں نے اپنے اقتدار سے کام لیکر ان کروڑوں انسانوں کو تباہ حال کر ڈالا ہے تو وہ مسلمانوں سے ہندوؤں کے اچھے سلوک کا کیسے متمنی ہو سکتا ہے ۔ وہ سمجھتا ہے کہ جس طرح ہندوؤں نے طاقت کے بل پر اچھوتوں کو تباہ کر ڈالا اسی طرح اگر ان کو طاقت ملگئی تو وہ مسلمانوں کو تباہ کر ڈالیں گے

جناب صادق علی صاحب جعفری :-

پاکستان کیخلاف ایک نئی دلیل

ہندو مہا سبھا کے پر جوش لیڈر اور کانگریس کے ایک سابق رکن مسٹر جمنا داس مہتہ ایم ۔ ایل اے (مرکزی) نے حال ہی میں پاکستان کے خلاف ایک تقریر فرماتے ہوئے یہ انکشاف،، فرمایا ہے کہ تقسیم ہند کی مثال تقسیم بلقان کی سی ہے جسطرح جزیرہ نمائے بلقان میں کئی ممالک کے وجود میں آجانے کیوجہ سے وہاں متعدد خونریزیاں ہوتی رہیں اسی طرح ہندوستان کی تقسیم سے یہاں بھی باہمی رزم آرائیاں شروع ہوجائیں گی ؛؛

مسٹر جمنا داس مہتہ نے ہندوستان میں سب سے زبردست خونریزی اور ہولناک خانہ جنگی کی پیشین گوئی کی ہے ۔ مگر پروپیگنڈہ سے متاثر ہوئے بغیر بلقان کی تاریخ کا مطالعہ کرنیسے ہمیں وہ حقائق معلوم ہوتے ہیں جو مسٹر مہتہ کے اس انتباہ اور پیشین گوئی کی تردید کرتے ہیں تقسیم ہند کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے مسٹر مہتہ نے سوڈان کی مثال بھی پیش کی ہے اور سوڈان کے مصر سے علیحدہ ہوجانیکے بعد وہاں جو افراتفری پھیلی تھی اسکی طرف بھی ہمیں متوجہ کیا ہے

سوڈان کی اصل حقیقت :-

سوڈان کا مسئلہ زاغلول پاشا کے ہاتھوں تھا اور انھوں نے اسکا پرامن تصفیہ کردیا تھا مسلمانان ہند کے مطالبہ پاکستان اور مصر سے سوڈان کی علیحدگی کا تقابل کرنا نامناسب ہے کیونکہ انکے درمیان کوئی مناسبت ہی نہیں ہے ۔

یہ حقیقت ہے کہ مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں اور ۱۹۳۷ء میں ہندوؤں کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ ڈور آنیکے بعد مسلمانوں کیساتھ جو بدسلوکیاں کی گئی ہیں انکا مسلمانوں کو اچھی طرح تجربہ حاصل ہوچکا ہے اب وہ اچھی طرح سمجھ چکے ہیں کہ۔ مستقبل میں اگر ہندو برسر اقتدار آئے تو انکے ساتھ کیا سلوک کیا جائیگا ۔ سوڈان کی علیحدگی ملوکانہ مظالم اور شاہانہ دباؤ کیوجہ سے تھی مگر مسلمانان ہند کا مطالبہ نام نہاد جمہوری حکومتوں کے تجربہ پر مبنی ہے مسٹر مہتہ اپنے دلائل کی تائید میں ہندوستان سے برما کی علیحدگی کی مثال بھی پیش کرسکتے ہیں اور یہ دکھاسکتے ہیں کہ برما آج دشمن کے قبضہ میں ہے مگر یہ مثال قطعی بیہودہ اور مضحکہ خیز ہوگی ۔ اس لئے کہ بین الاقوامی حالات کا تجربہ رکھنے والے یہ جانتے ہیں کہ برما کو تقسیم سے اسوقت نقصان پہونچا جبکہ حکومت برطانیہ نے اپنی غلط پالیسی سے برمی عوام کو دفاع کا حق نہ دے کے ایک زبردست ناکامی اٹھائی ۔

مصر سے سوڈان کی علیحدگی کے موقعہ پر وہاں کے مسلمانوں اور عیسائیوں نے اپنے اندرونی اختلافات کے تصفیہ کیلئے کسی بیرونی قوم سے امداد طلب نہیں کی تھی ۔ دونوں قوموں نے اپنے اختلافی مسائل کا پرامن طریقہ سے فیصلہ کرلیا تھا ۔ آزادی حاصل ہونیکے بعد یہ دونوں ایک ہوگئے زاغلول پاشا نے مصر کی اقلیت (قبطی عیسائی) کے لیڈروں کو دعوت دی کہ وہ اپنے مطالبات پیش کریں انھوں نے جو مطالبات پیش کئے انھیں اکثریت نے فوراً تسلیم کرلیا اور دونوں اقوام متحد ہوگئیں مگر ہندوستان میں اسکے بالکل برعکس دیکھنے میں آیا مسلمانوں نے بار بار اپنے مطالبات پیش کئے جنکو ہمیشہ ٹھکرادیا گیا اور انتہا تو یہ کی گئی کہ مسلم حقوق کا ذکر کرنا بھی ،،فرقہ پرستی،، اور ،،غداری،، شمار کیا جانے لگا ایسی حالت میں مصر اور ہندوستان کے حالات میں کیا مطابق ہوسکتا ہے ؟

مگر بدقسمتی سے مغربی اساتذہ کے خیالات سے استفادہ حاصل کرنیوالے گروہ کے دماغ میں اپنی اکثریت کا زعم [illegible] گھر کرچکا ہے اور تعلیمیافتہ ہندو لیڈر اکثریت کا بہانہ تراشتے ہوئے اپنے فرقہ وارانہ مقاصد کیلئے اس سے بخوبی فائدہ حاصل کررہے ۔ انھوں نے اپنے مفاد کو ملک کا مفاد، ہندو قومیت کی تشکیل کو ہندوستانی قومیت کی تشکیل اور ہندو مقاصد کو ہندوستان کے مقاصد کا نام دیدیا ہے حالانکہ یہ تمام چیزیں ایک دوسرے سے بالکل الگ ہیں ۔

مذہبی اختلافات :-

چین کے مسلمان ۔ ۔ اور بدھ مذہب کے پیرو اتحاد ۔ اتفاق اور رواداری رہ سکتے ہیں مصر کے عیسائی اور مسلمان ایک دوسرے کو پانی کا گلاس پیش کرتے ہوئے کسی کو تیج ذات کا خیال نہیں کرتے ۔ چھوت چھات کا خیال کئے بغیر یہ چاروں قومیں ایک ساتھ بیٹھ سکتی ہیں اور کھانے پینے میں شرکت کرسکتی ہیں ۔ مذہب اسلام میں کسی قسم کا ذات پات کا فرق موجود نہیں ۔ (مسلسل)

منظر حسن نقوی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے سلطانی فائن آرٹ لیتھو ورکس بمبئی ۳ سے چھپوا کر [illegible] سے شائع کیا

پانچویں رجب کا قومی جشن !!

ماہ رجب کی پانچویں تاریخ ہجرت کا دوسو چودھواں سال تھا جب حوروں نے باغ بہشت کو سنوارا رحمت باری نے عالم کا رخ کیا اور ملت اسلامیہ کے دسواں رہبر محمد مصطفیٰ کے جانشین حقیقی علیؑ اور حسینؑ جیسے قائدین قوم کے جگر بند امام ابن امام حضرت علی النقی علیہ السلام کتم عدم سے حیطہ وجود میں تشریف لائے !

ہماری بدقسمتی کہ ہم اپنے اس عظیم الشان ہادی کا یوم ولادت اس شان سے نہیں مناتے جس شان سے اس قومی جشن کو ایک زندہ ملت کو منانا چاہئے !

امام کی عظمت :-

ایک دن خلیفہ متوکل عباسی ایام گرما میں ٹھیک دوپہر کے وقت جب چلچلاتی دھوپ پڑرہی تھی سوار ہوا اور تمام امراء و اعیان حکومت کو اسنے حکم دیا کہ وہ پاپیادہ اسکے ہمراہ روانہ ہوں۔ امام عالیمقام کو بھی یہی حکم دیا گیا تھوڑی دور چل کے امام پسینہ پسینہ ہو گئے۔ اس وقت متوکل کا ایک راقہ امام کے قریب پہونچا جس کو دیکھ کر حضور پُرنور نے ارشاد فرمایا اسوقت متوکل کی سوار ہونے سے سوا اسکے کوئی غرض نہیں ہے کہ میری اہانت کی جائے مگر میری حرمت خدا بزرگ و برتر کے نزدیک ناقہ صالح سے کم نہیں ہے بلکہ میرے ناخن کا ایک ٹکڑا ناقہ صالح سے گرامی تر ہے

زراقہ کہتا ہے کہ چونکہ میرا معلم ایک دوستدار اہلبیت تھا میں نے اسی اور اس معلم سے سارا واقعہ بیان کیا معلم نے سنکر کہا کہ اگر امام علیہ السلام نے وہی فرمایا ہے جو تو بیان کرتا ہے تو اب تو اپنی فکر سے غافل نہ رہ اسلئے کہ متوکل تین دن میں ہلاک ہو جائیگا۔ زراقہ نے وجہ پوچھی تو معلم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم صالح کے واقعہ میں بتلایا ہے کہ جب ناقہ صالح کو پے کیا گیا تو تین دن کے بعد ہی قوم صالح پر عذاب نازل ہوا!

زراقہ کو یقین تو نہ آیا مگر اسنے سوچا کہ حفظ ما تقدم بہتر ہے اسلئے اس نے اپنی حفاظت کے انتظامات مکمل کر لئے تیسرے دن متوکل کے بیٹے منتصر باللہ نے اپنے ترکی غلاموں کے ہمراہ محل میں گھس کر خلیفہ اور اسکے وزیر فتح بن خاقان کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا زراقہ اس واقعہ کے بعد امام پر ایمان لے آیا۔

اس ایک واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے حضور میں امام کی کتنی عظمت ہے!

امام کی قدرت :-

جب امام متوکل کی دعوت پر سامرہ پہونچے تو اسنے آپکو ایک بوسیدہ اور معمولی مکان میں ٹھہرایا صالح بن سعید کہتا ہے کہ میں ایک روز امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا، اے فرزند رسولؐ یہ ملعون آپکے نور کو چھپانے میں ہمیشہ درپے رہتے ہیں چنانچہ انھوں نے آپکو ایک ایسے مکان میں اتارا جو فقراء مساکین کے رہنے کا ہے عالی ظرف امام نے جو دنیا و دین کی ہر شے پر یکساں اقتدار رکھتے تھے ایک طرف انگشت مبارک سے اشارہ کیا اور فرمایا اے ابن سعید دیکھ، صالح بیان کرتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ چار دنظر باغ ہائے بہار موجود ہیں اور انمیں ایسی شگفتگی اور رونق ہے کہ جیسی بہشت میں ہو سکتی ہے امام میری حیرانی پر مسکرائے اور فرمایا ابن سعید ہم جہاں رہتے وہیں اللہ تعالیٰ کیطرف سے یہ ہمکو حاصل رہتی ہیں۔

امام کی ہیبت :-

ایک روز متوکل سخت غصہ میں تھا اور اپنے وزیر فتح بن خاقان سے امام کی شکایتیں کر رہا تھا فتح ان الزمان کی تردید کر رہا ہو اسلئے متوکل کا غصہ بڑھتا جاتا تھا۔ آخر اس نے طے کر لیا کہ وہ امام کو قتل کر دیگا چنانچہ اسنے امام کو اپنے مکان پر طلب کیا اور اپنے غلامان ترکی کو حکم دیا کہ جب امام ایوان میں تشریف لائیں تو انکو قتل کر دیا جائے تھوڑی دیر بعد امام تشریف لائے غلامان ترکی پر آپکی ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ منھ کے بل گر پڑے خود متوکل پر امام کی جلالت و صولت ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ کرسی سے اتر پڑا اور امام کے استقبال کے لئے دوڑا آپکے ہاتھوں اور پیشانی پر بوسے دئے اور تھوڑی دیر تک گفتگو کے بعد اسنے بڑی عزت و احترام سے آپکو رخصت کیا۔

تیسری ماہ رجب ۲۵۴ھ ہجری میں امام نے دار دنیا سے عالم بقا کیطرف مراجعت فرمائی اس وقت سن مبارک چالیس سال کا تھا۔

امام عالیمقام کی سیرۃ مبارکہ ایک منارۂ روشنی ہے جس سے ہم اپنے دیدہ و دل کو منور کر سکتے ہیں آپکی زندگی ہر لمحہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں گذری حالانکہ ایک مصلح کو اپنے جشن میں جو شکلات پیش

Regd. N. B-4663

HUSEINI PAYGHAM WEEKLY·

BOMBAY.

سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی کے موقع پر یوم الحسین کمیٹی بمبئی سے مختلف انعامات
حاصل کرنے والے پہلے چار کامیاب طلباء - جنہوں نے "حسین کا پیغام موجودہ
دنیا کے نام" کے عنوان پر انگریزی میں مضامین لکھے جو کتابی شکل
میں شائع ہو رہے ہیں -

مسٹر تاج الدین عبداللہ قاضی متعلم
سکینڈری ٹریننگ کالج بیلگام -
جنہوں نے مبلغ ڈھائی سو روپئے کا پہلا
انعام حاصل کیا
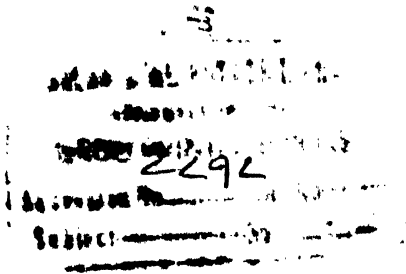
محمد داؤد خان محمد یوسف خان
متعلم بی - اے جونیر عثمانیہ یونیورسٹی
حیدرآباد دکن جنہوں نے مبلغ سو روپئے کا
دوسرا انعام حاصل کیا -

جعفر علی اے فیضی متعلم بی - اے
جونیر اسٹیٹ زیویر کالج بمبئی
جنہوں نے مبلغ پچاس روپئے کا
تیسرا انعام حاصل دیا
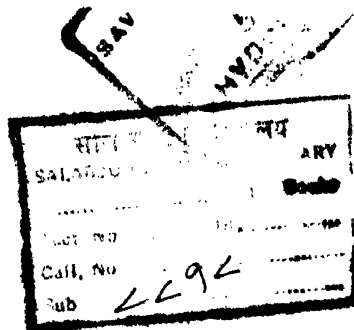
پیار علی کے ڈھولکیا متعلم سینیر بی - اے
گجرات کالج احمدآباد
جنہوں نے مبلغ پچیس روپئے کا
چوتھا انعام حاصل کیا .

Edited, Published & Printed by Syed Muzaffar Hasan Naqvi from Sultani Litho & Printing Press, Bhindi Bazar, Bombay, 3.

Regd. No.]

HUSEINI PAYGHAM

ایڈیٹر مظفر حسن نقوي

حسینی پیغام ویکلي

WEEKLY

Editor: —SYED MUZAFFAR HASAN NAQVI.

Vol. 1	BOMBAY, Friday, 10th JULY, 194.	No. 24
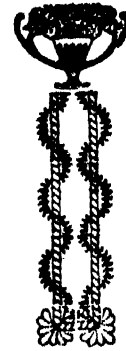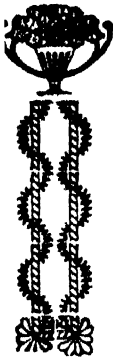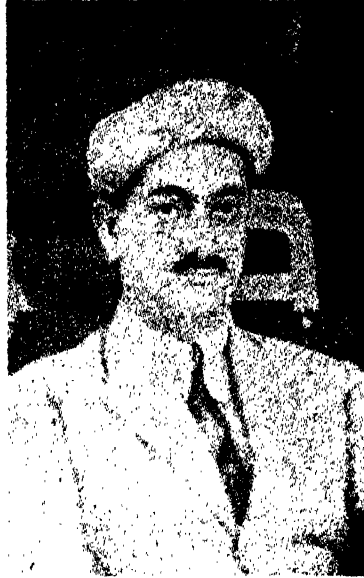
قوم کے رهنما یوم الحسین کمیٹی بمبئي کے
جوائنٹ سکریٹري جناب خان بہادر حاجی
حسن علی پی ابراهیم صاحب جے۔ پي جنہوں نے
حال هي میں آنریري پریسیڈنسی مجسٹریٹ
k اعزاز قبول فرمایا هے ۔

بیادگار سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی سنہ ۱۳۶۱ ہجری

ایڈیٹر
مظفر حسن نقوی

ہفتہ وار حسینی پیغام بمبئی

چندہ
سالانہ ۔۔۔ ۵ صہ
ششماہی ۔۔۔ ۲ ؎ ۱۲
فی پرچہ ۔۔۔ ۱/

جلد ۱ || بمبئی یوم جمعہ مورخہ ۱۰ جولائی سنہ ۴۲ء مطابق ۲۵ جمادی الآخر سنہ ۱۳۶۱ھ || نمبر ۲۴

قصیدہ در تہنیت جشن میلاد حضرت سیدہ عالم خاتون جنت

حضرت سہاؔ انصاری لکھنوی

ذرّے ذرّے سے حقیقت آشکارا دیکھئے
ہوں اگر آنکھیں تو ہر قطرے میں دریا دیکھئے

فصل گل دورِ خزاں دونوں کو رکھ کر درمیان
ربط و بے ربطی کے رستوں کا تماشا دیکھئے

ہم نہ دیکھیں آنکھ ہونے پر بھی تو پھر ہے غضب
دیدۂ نرگس چمن میں ہو گیا وا دیکھئے

پھول بوٹوں سے ہے رنگیں دامن کہسار تک
صحن گلشن بن گئے ہیں دشت و صحرا دیکھئے

شاہکارِ صنعت قدرت ہے ہر ہر پنکھڑی
معجزہ ہے ایک گویا پتا پتا دیکھئے

اندر اندر بڑھ رہا ہے زورِ طوفان بہار
چاک کر کے دیدۂ ظاہر کا پردہ دیکھئے

خیر ساقی کی ملے اک جام حبِ اہلبیت
ہر نظر میں پھر نظر آتا ہے کیا کیا دیکھئے

مطلع

ساغر امروز پی کر حال فردا دیکھئے
دم میں کیا جانے ہو کیا دنیا کا نقشا دیکھئے

پیتے ہیں دو ایک گھونٹ اس بادۂ سرجوش کے
طاقت نظارہ بڑھتی جائے جتنا دیکھئے

مطلع

مخزن تقدیس و عفت کا سراپا دیکھئے
پنجتن کا ایک آئینے میں جلوا دیکھئے

آمد آمد دختر خیر الوریٰ کی ہے یہاں
صانعِ قدرت نے سجدی ساری دنیا دیکھئے

حضرتِ خاتون جنت بنتِ محبوبِ خدا
جنکے دم سے دین کا ہے بول بالا دیکھئے

ہاں وہ دختر جو ہے نام پدر بنیادِ نسل
ہے رسول پاک کے گھر کا اجالا دیکھئے

دیدیا سائل کو جو گھر میں تھا خود فاقے کئے
صاحب ہمت بھلا ہے کون ایسا دیکھئے

اور دنیا میں کہیں یہ شئے نظر آتی نہیں
فقر اور شان کرم دونوں کو یکجا دیکھئے

جسکا ہونا ہے نہ ہونا نفس تو اتنا ضعیف
ہر عمل میں قوت حق کار فرما دیکھئے

ہفتہ وار حسینی پیغام بمبئی
جمعہ ۱۰ جولائی سنہ ۱۹۴۲ء
جلد ۱ نمبر ۲۴

۶ جولائی

۶ جولائی سنہ ۱۹۳۹ء کو شیعیان ہند کبھی فراموش نہیں کر سکتے کیونکہ یہی وہ تاریخ ہے جب مرکز شیعیت لکھنؤ میں علی ری موجودہ نسل نے فیصلہ کن طریقہ پر یہ ثابت کیا تھا کہ وہ اپنے مذہب کی خاطر نہ صرف اسیری کی مصیبت جھیل سکتی ہے بلکہ پولیس کی لاٹھیوں اور گولیوں کا بھی مقابلہ کر سکتی ہے!

ملت شیعہ کا دلیر سپاہی، بیداری ملت کا زندہ نمونہ، شہدائے کربلا کا حقیقی پیرو، "یاور حسین" ـــــ جو حقیقی معنوں میں حسین کا یاور تھا ـــــ اسی معرکۂ تسلیم رضا میں ایماء آصفی کی حرکت پر شہید ہو گیا!

کتنا مبارک تھا وہ انسان جس نے اپنی جان دے کے ملت کو زندہ کر دیا!

یہ "یاور حسین شہید" کے پاک لہو کا ہی اثر تھا کہ ہم کو اپنی نااہلی، باہمی پھوٹ اور بدنظمیوں کے بعد بھی محاذ حسینی میں کامیابی نصیب ہوئی!

تیرہ سو برس قبل حسین کے انصار نے اپنا خون دے کر ملت کو سنبھال لیا تھا، تیرہ سو برس بعد حسین کے ایک "یاور" نے اپنا لہو پیش کر کے ملت کے وقار کو بچا لیا!

مگر افسوس ـــــ ہماری ناقدری!

کیا یاور حسین شہید کی برسی منا کے ہم اپنی زندگی کا ثبوت دیتے ہیں؟ کیا پورے ہندوستان کے شیعہ ۶ جولائی کو عہد حاضر کے پاک شہید کی یادگار مناتے ہیں؟ کیا خود مرکز شیعیت (لکھنؤ) میں یاور حسین شہید کی کوئی جاودانی یادگار قائم کی گئی؟ ہم ـــــ نہیں!

ہمارے ائمہ نے عزاداری کا حکم اس لئے دیا تھا کہ قوم شہدائے کے بلند مناصب سے واقف ہو اور واقفیت اس میں وہ جوش شہادت پیدا کر دے جو بیداری ملت کیلئے ضروری ہے، اسکے علاوہ عزاداری کا مقصد یہ بھی تھا کہ قوم پر مر مٹنے والوں اور اسلام پر جان نچھاور کرنے والوں کا نام ہمیشہ زندہ رہے۔ یاور حسین شہید کی برسی نہ منا کے ہم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہم عزاداری کے ان دونوں مقاصد کو بھول چکے ہیں، ہم عزاداری صرف اس لئے کرتے ہیں کہ اول تو یہ ہمیشہ سے ہوتی رہی ہے اور دوسرے یہ کہ اس سے ثواب کمانا مقصود ہے؟ ورنہ اگر عزاداری کے صحیح مقاصد بھی ہمارے سامنے ہوتے تو جہاں دسویں محرم کو ہم حسین کے بہتر ساتھیوں کا ماتم کرتے ہیں وہیں ۶ جولائی کو حسین کے دور افتادہ ناصر حضرت یاور حسین شہید کی یاد بھی تازہ کرتے!

سنا جاتا ہے کہ لکھنؤ میں اس سال کئی امامباڑے بنائے گئے ہیں ـــــ مگر مجھے کہنے دیجئے کہ ان کا مقصد یا تو حصول ثواب تھا یا حسین مظلوم کے نام سے اپنی ذاتی یادگار قائم کرنا اس لئے اگر ان حضرات کے دلوں میں شہداء کی حقیقی عظمت ہوتی تو وہ لکھنؤ میں جہاں بے شمار امامباڑے موجود ہیں نئے امامباڑے بنوانے کے بجائے ملت کے فدائی حسین کے ناصر اور مذہب کے مجاہد حضرت یاور حسین شہید کا مقبرہ بنوا کے اسے زیارت گاہ خاص و عام بنا دیتے تاکہ ہماری آئندہ نسلیں یہ دیکھتیں کہ حسین کے ماننے والے محض ثواب کی خاطر حسین پر آنسو نہیں بہاتے رہے بلکہ انھوں نے حسین کی خاطر گولیوں سے اپنے جسم چھلنی کرا لینے میں بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی، یاور حسین شہید کا مقبرہ ہمارے نوجوانوں کے لہو کو گرما دیتا، اس لئے کہ جب وہ یہ دیکھتے کہ ملت شیعہ اپنے فدائیوں کی قدردان ہے اور مذہب پر مر مٹنے والوں کی لافانی یادگار کو ہمیشہ دل کے پردوں میں امانت رکھتی ہے تو ان میں بھی شوق شہادت تڑپتا اور یہ جانفروش حکومت کی خاطر اپنی زندگی کی بھی پرواہ نہ ہوتی اپنی خون اسی عہد و جہد سے قوم میں روح تازہ پھونک دیتے۔

لکھنؤ میں علماء بھی ہیں، امراء بھی قیادت کے دعویدار لیڈر بھی ہیں یاور حسین کے نام پر فدا ہونے کے مدعی بھی، اگر یہ سب حضرات مل کر کوشش کرتے تو کیا تین سال کے عرصہ میں اتنا سرمایہ فراہم نہیں ہو سکتا تھا کہ یاور حسین شہید کا مقبرہ تعمیر ہو جاتا؟

یاور حسین شہید کی یادگار قائم کرنا ان علمائے ملت کا فرض تھا جو ہمکو شہداء کی تاسی کا درس دیتے ہیں، یاور حسین شہید کی یادگار قائم کرنا ان امراء کا فرض تھا شہداء " " کے نام پر اپنی دولت نثار کرنیکے مدعی بنتے ہیں، یاور حسین شہید کی یادگار قائم کرنا ان قائدین ملت کا فرض تھا جو قوم کو قربانیوں کے لئے تیار کرنا چاہتے ہیں، اور آخر میں یہ فرض ان غریب دوستداران حسین کا جن میں سے یاور حسین شہید خود بھی تھے اور جو اپنا سب کچھ حسین پر نچھاور کر سکتے ہیں!

کاش کہ ہم سب اپنا فرض پہچانتے اور اپنے شہید کی یادگار قائم کر کے اپنی زندگی کا ثبوت دیتے!

انجمن تنظیم المومنین نے حضرت یاور حسین شہید کی شہادت کے چند روز بعد فائرنگ ڈے منایا تھا مگر اس میں کیا ہوا تھا؟ ـــــ محض شان و شوکت اور دلیوں اور رضاکاروں کا مظاہرہ!! اس کے بعد بھی دو سال تک ایک آدھ مجلس یا جلسہ اس تاریخ کی یادگار میں منعقد ہوا، اس سال سنا جاتا ہے کہ شیعہ اسکاؤٹ نے پریڈ وغیرہ کر ڈالی مگر در حقیقت جو کرنے کا کام تھا وہ نہیں ہوا ـ شہید کی یادگار کو لافانی بنانے اور اسکی مثال کو نوجوانوں کے لئے نمونہ بنانے کیلئے کوئی اقدام نہیں کیا گیا، ضرورت ہے اس امر کی کہ اس مرتبہ محض ۶ جولائی کو جذبات منود پر ختم نہ کیا جائے بلکہ کوئی ادارہ اس کام کو اپنے ہاتھوں میں لے لے کہ سال بھر کے عرصہ کے بعد حضرت یاور حسین شہید کا مقبرہ بنوا دیا جائے اور بیاد [illegible]
[illegible]

ادارہ "حسینی پیغام" بمبئی

حضرت "یاور حسین" شہید

کی خدمت میں اپنی نذر عقیدت پیش کرتا ہے اسلئے کہ آپ نے

۶ جولائی ۱۹۳۹ء کو اثنا عشری اصفی لکھنؤ میں کانگریس

گورنمنٹ کا نشانۂ ستم بنتے ہوئے

اپنی دردناک شہادت سے ملت کو روح تازہ بخشدی!

خدا تمام شیعہ نوجوانوں میں آپ ہی کا سا شوق شہادت بیدار کردے
اور قربانیوں کا وہ لافانی جذبہ ہم میں پیدا کردے جو ملت کی زندگی
کیلئے ضروری ہے!

شذرات

جلسہ یادگار حسینی لکھنؤ

جلسہ یادگار حسینی کی صدارت کے متعلق ہمیں افسوس ہے کہ ابھی تک بعض حضرات کے دلوں میں اختلافی خیالات موجود ہیں، چنانچہ اس سلسلہ میں ہمکو سید ہادی حسین صاحب لکھنوی کا ایک مراسلہ موصول ہوا ہے جسے اسی اشاعت میں ہم درج کر رہے ہیں۔

سید ہادی حسین صاحب کے مراسلہ سے ہمکو قطعی اتفاق نہیں ہے مگر چونکہ ہمارا یہ اصول ہے کہ موافق اور مخالف جو رائے بھی ہمکو موصول ہوا سے ہم صحافتی دیانت کے پیش نظر شائع کر دیں اس لئے ہم نے یہ مناسب سمجھا کہ قوم کو ان کی رائے سے بھی آگاہ کریں مگر جہاں تک ہماری ذاتی رائے کا تعلق ہے ہم اب بھی اپنی سابقہ رائے پر مستحکم ہیں اور ہمیں پورا یقین ہے کہ کارکنان انجمن یادگار حسینی نے لکھنؤ کے جلسوں کی صدارت کیلئے جو فیصلہ کیا ہے وہ انتہائی مناسب اور برمحل ہے۔

سیاسی حیثیت سے ہم بھی کانگریس کے مخالف ہیں مگر مذہبی امور میں سیاسی مغایرت کی دخل اندازی کو ہم قطعی طور پر مہمل تصور کرتے ہیں، سیاسی اختلاف کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ کانگریس کے کارکنان کو حسینی جلسوں میں شرکت نہ کیا جائے یا کانگریسی حضرات کو ان سرگرمیوں سے روکدیا جائے جو وہ حسینی مشن کی ترقی کیلئے کر سکتے ہوں۔

حسین انسان کے رہبر تھے وہ سیاسی اختلافات سے بالا تھے، ہر انسان کو یہ حق ہے کہ وہ ان کی سیرت سے سبق حاصل کرے، ہر انسان کو یہ حق ہے کہ وہ ان کے حضور میں اپنی نذر عقیدت پیش کرے، ہر انسان کو یہ حق ہے کہ وہ حسین کو اپنا سمجھے، اپنا بتائے اور اپنا کہے، کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ حسین کے کسی ماننے والے کو سیاسی یا کسی دوسری وجہ سے حسینی سرگرمیوں سے روکے، جواہر لال اور گاندھی جی کو بھی حسین پر وہی حق حاصل ہے جو ناصر الملت اور سید العلماء کو اس لئے کہ حسین محض شیعوں کے یا محض مسلمانوں کے رہنما نہیں تھے، وہ عام انسانوں کے رہنما تھے، ان کا سبق تمام انسانوں کے لئے تھا اس لئے اس سلسلہ میں ہم کسی مخالفت کو بھی پسند نہیں کرتے ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ جو شیعہ حضرات کانگریس کی اندھی مخالفت کی دھن میں یادگار حسینی لکھنؤ کے کارکنان سے اختلاف رکھتے ہیں وہ ذرا شعور کو کام میں لائیں گے اور ایک نیک کام میں مزاحم ہونے کے بجائے اس میں دل سے حصہ لیکر ایک مرتبہ یہ ثابت کر دیں کہ حسین کے نام پر وہ اپنے مخالفین تک سے متحد ہو سکتے ہیں۔

مبارکباد!

ہم کو یہ معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی کہ ملت شیعہ کے ممتاز رکن اور سرکردہ رہنا یوم الحسین کمیٹی کے جوائنٹ سکریٹری خان بہادر حاجی حسن علی پی ابراہیم صاحب جے پی کو مجگاؤں پولیس کورٹ میں آنریری پریسیڈنسی مجسٹریٹ مقرر کیا گیا ہے۔

ہم اس اعزاز پر موصوف کو دلی مبارکباد دیتے ہیں۔

شیعہ کانفرنس کا اجلاس!

معاصر شیعہ لاہور نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ شیعہ کانفرنس کا سالانہ اجلاس ماہ شعبان میں لکھنؤ میں منعقد کیا جائے، کانفرنس کے سرکاری آرگن معاصر سرفراز لکھنؤ نے اسکی تائید کرتے ہوئے یہ تجویز بھی پیش کی ہے کہ اس اجلاس کی صدارت مہاراجکمار محمودآباد فرمائیں۔

ہمارے خیال میں یہ انتہائی مناسب ہوگا کہ لکھنؤ میں یادگار حسینی کے جلسوں کے ساتھ ہی ساتھ یا ان کے فوراً ہی بعد کانفرنس کا اجلاس منعقد کیا جائے تاکہ جو حضرات باہر سے یادگار حسینی کے جلسوں میں شرکت کے لئے آئیں وہ بھی کانفرنس کے جلسوں میں شامل ہو سکیں اور اپنے مرکزی ادارہ سے ان میں دلچسپی پیدا ہو سکے، وقت کم ہے مگر اگر محنت سے کام لیا جائے تو یہ اجلاس تمام سابقہ جلسوں سے زیادہ کامیاب ہو سکتا ہے۔

معاصر سرفراز کی تجویز سے ہمکو اختلاف ہے، ہماری خواہش ہے کہ اس اجلاس کی صدارت کسی عالم دین کو تفویض کی جائے تاکہ عوام میں جو غلط فہمیاں کانفرنس کے متعلق موجود ہیں وہ دور ہو سکیں، بہتر تو یہ ہوگا کہ مجلس علماء کے کسی فرد کو صدارت کیلئے منتخب کیا جائے اور اگر وہ حضرات اس پر تیار نہ ہوں تو حضرت مولانا محمد سبطین صاحب قبلہ یا سرکار علامہ ہندی یا قبلہ شمس العلماء مولانا سید ابن حسن صاحب قبلہ یا بیرون لکھنؤ کے کسی اور مجتہد کو صدارت کا عہدہ پیش کیا جائے۔ ہمیں مہاراجکمار صاحب سے کوئی ذاتی مخالفت نہیں ہے مگر ہم کانفرنس کا مفاد اسی میں تصور کرتے ہیں کہ اس میں مجتہدین کو شامل کیا جائے کیونکہ ان کی شرکت قوم کے ایک بڑے حصہ کو کانفرنس سے وابستہ کر دے گی۔

(بقیہ لیڈر کا)

قسم کی کوئی اور یادگار ان کے نام پر تعمیر کرا دی جائے کہ جس سے ان کا نام پائندہ ہو جائے اور نوجوانوں میں قدر شناسی کیوجہ سے جذبۂ شہادت اور جذبۂ قربانی پیدا ہو جائے۔

اس سلسلہ میں ہماری دوسری تجویز یہ ہے کہ لکھنؤ کا کوئی ادارہ سال بھر چندہ کر کے آئندہ سال سے ۵-۶ اور ۷ جولائی کو اسیطرح دینی جلسے منعقد کرے جسطرح سے حضرت شہید ثالث کے مزار پر آگرہ میں ہوا کرتے ہیں اور اسطرح عصر حاضرہ کے شہید ملت کو زندۂ جاوید بنانے کی سعی کرے!

بہر صورت تجاویز تو بہت سی ہو سکتی ہیں مگر ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ لکھنؤ کے وہ ادارے جو شیعیان ہند کی نیابت کے دعوے دار ہیں اور وہ حضرات جو تین کروڑ شیعیان ہند کی قیادت کے مدعی ہیں، اس اہم ترین عملی کارنامہ میں کیا حصہ لیتے ہیں؟

حسینی پیغام قوم کو جو مشورے دیتا ہے اسکا بغور مطالعہ فرمائیے!

آپ کو یقین نہ آیگا

کہ لکھنؤی حضرات نے یاور حسین شہید کی اتنی بھی قدر نہ کی ملت کے فدائی کا مقبرہ بنوا دیتے۔

کہ یاور حسین شہید اگر کسی زندہ قوم کے فرد ہوتے تو ان کا مزار- زیارت گاہ خاص و عام بن جاتا۔

کہ گاندھی جی جس تحریک کی دھمکی دے رہے تھے وہ ہوا ہو گئی۔

کہ بیچارے گاندھی جی یہ سمجھتے تھے کہ انکی دھمکی ہی سے کام نکل جائیگا۔ مگر جب انھوں نے دیکھا کہ حکومت ان کے دام میں آنے والی نہیں تو انھوں نے اپنی تحریک کا آپ ہی گلا گھونٹ دیا۔

کہ کانگریس ورکنگ کمیٹی کا موجودہ اجلاس بھی نشستند وگفتند و برخاستند سے زیادہ نتیجہ برآمد نہیں کرے گا۔

کہ جنرل ٹوژولو پیر حملہ کرنے کی فکر میں ہیں۔ مگر جاپان پر بمباری کا خوف انکا دامن روک رہا ہے۔

کہ حسینی پیغام کی کڑی نکتہ چینی سے قائدین قوم میں ہلچل مچی ہوئی ہے۔

کہ "اقتصادی اصلاح" کے عنوان سے ہم نے جو مقالہ شائع کیا تھا اس سے وہ پوری عمارت منہدم ہو گئی ہے۔ جو رہبران ملت نے اپنے ناقص ذہنوں میں قائم کر لی تھی۔

کہ جنرل رومیل کے لئے پھر یہ سوال پیدا ہو رہا ہے کہ اپنی جان کس طرح بچائی جائے۔

کہ ذاکرین مجلسوں میں پڑھ کے روپیہ فراہم کرتے ہیں اور پھر اسی روپیہ سے اپنے لئے سامان تعیش فراہم کر لیتے ہیں۔

کہ مجلسوں کے ہی حاصل کئے ہوئے روپیہ سے عید منائی جاتی ہے۔

اگر میں ڈکٹیٹر ہوتا

(۱) تو ہندوستانی کسانوں کا سارا قرض معاف کر دیتا اور مہاجنوں کے تمام کھاتے نذر آتش کرا دیتا۔

(۲) تو لگان کے علاوہ زمیندار جتنے بھی نذرانے وغیرہ وصول کرتے ہیں۔ سب قانوناً بند کر دیتا۔

(۳) تو عربی مدارس کے طریقہ تعلیم کو سرے سے تبدیل کر دیتا۔ اور پرانے کرم خوردہ نصاب کو خارج کر کے نئے علوم ان مدارس میں جاری کراتا۔

(۴) تو شیعہ کالج لکھنؤ کے ہر درجہ میں آئمہ کی سوانح عمریاں طلبہ کے لئے پڑھنا ضروری قرار دیتا تاکہ بارہ برس میں طلبہ بارہ آئمہ کے حالات سے بخوبی واقف ہو جائیں اور جب وہ کالج سے باہر جائیں تو سیرت آئمہ کی روشنی میں اپنی زندگی کی راہیں تجویز کر سکیں۔

(۵) تو ہندوستان کی تمام شیعہ درسگاہوں میں خواہ وہ انگریزی ہوں یا عربی، ہندوستان کی تاریخ کے شیعہ مشاہیر کے سوانح کی تعلیم لازمی قرار دیتا۔

(۶) تو ہر شہر میں سیاست اور علم ہئیت کی تعلیم کیلئے اسکول کھلوا دیتا۔

(۷) تو جبری تعلیم نسواں کا پورے ملک میں نفاذ کرا دیتا اور ہر مقام پر ایسے نسوانی اسکول کھلوا دیتا جن میں پردہ کے اہتمام کے ساتھ لڑکیوں کو تعلیم دی جا سکے۔

(۸) تو ہندوستانی مدبرین کو اس پر مجبور کر دیتا کہ وہ ساعی جنگ میں پورا پورا حصہ لیں، تاکہ چین اور روس کی آزادی قائم رہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ

کیوں کانگریس ہندو راجہ کی مخالفت پر اتر آئے ہیں؟

کیوں راجہ جی کو اتنا مجبور کیا گیا کہ وہ کانگریس سے مستعفی ہو گئے؟

کیوں اس حالت میں جبکہ کانگریس فرقہ وارانہ اتحاد کی ضرورت سمجھتی ہے راجہ جی کے بتائے ہوئے راستہ کے مطابق لیگ سے مفاہمت نہیں کر لیتی؟

کیوں کانگریس کے ممبران اس حالت میں جبکہ وہ خود قومی حکومت کا مطالبہ کر رہے ہیں راجہ جی سے اسی چیز پر ناراض ہیں؟

کیوں اخبار سرفراز اسی پر زور دے رہا ہے کہ مہاراجکمار صاحب کو کانفرنس کے آئندہ اجلاس کا صدر مقرر کیا جائے؟

کیوں کانفرنس کے ارباب حل و عقد محمود آباد ہاؤس کی خوشامد میں مصروف ہیں؟

کیوں ان حضرات نے کانفرنس کو راجہ صاحب محمود آباد کا کھلونا بنا رکھا ہے!؟

سابق صدر صوبہ مسلم لیگ پنجاب کے قلم سے:۔

پاکستان

انگریزوں کے زیرِ سایہ اگر درجہ نوآبادیات ملجائے تو تمام ملک کا ایک مرکز ہو اور تمام اہم شعبہ ہائے نظم و نسق اس مرکز سے طے پائیں جو جمہوری انداز حکومت کے تحت اکثریت کی رائے سے طے ہوں یہ ہے وہ آزادی جو ہندو کا مطمح نظر ہے۔ لیکن مسلمان کا نظریہ آزادی اس سے بالکل مختلف ہے۔ مسلمان انگریز کے چنگل سے چھٹکارا چاہتا ہے تو وہ کسی دوسری قوم کا غلام بننے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔ بحالات موجودہ مسلمان جس انداز کا نظام حکومت چاہتا ہے اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو وہ جس کی رو سے انگریزوں کی سرکردگی میں درجہ نوآبادیات حاصل ہو اور دوسرا اس وقت جبکہ نظام حکومت بالکل آزاد ہو۔ اول الذکر صورت میں مسلمانوں کی خواہش ہے کہ ہندو انڈیا اور پاکستان کے لئے الگ الگ مرکز قائم ہوں، اور ثانی الذکر صورت میں دو الگ الگ خطوں میں جداگانہ آزاد سلطنتیں قائم ہوں۔ قیام پاکستان کے جواز میں یہاں زیادہ دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ ایک سیدھی سی منصفانہ بات ہے۔

اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ مخالفین کی طرف سے اس کے خلاف کیا اعتراض تراشے جاتے ہیں۔ اور وہ کہاں تک جائز اور درست سمجھے جا سکتے ہیں۔

انگریز اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ ہم اسلامی سلطنت کے احیاء کے تخیل کے تحت پان اسلامزم کی تحریک کو فروغ دینا چاہتے ہیں یہ ان کی حقیقی حالات سے غیر معقول ناواقفیت ہے۔ ہندوؤں کی وطن پرستی کو غیر مشتبہ خیال کرتے ہیں لیکن پاکستانیوں کے جذبہ حب وطن کو اپنے اغراض کے منافی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ہر طریق سے یہ صاف طور پر بارہا کہا گیا ہے کہ ہم کو اس وقت اس سے زیادہ کچھ مقصود نہیں کہ ہم اپنے حلقہ اثر میں ایک باغیرت اور آزاد زندگی بسر کرنے کے متمنی ہیں۔ گو یہ حقیقت ہے کہ تحریک پاکستان مسلمانوں کی مرفہ الحالی اور سربلندی کا عزم لئے ہوئے ہے لیکن اس سے ہرگز یہ مترشح نہیں ہوتا کہ ہم انگریز یا کسی دوسری قوم کے دشمن ہیں۔ جب ہم یہ چاہتے کہ دوسری قوم کے غلام بن کر رہیں تو ہمارا یہ مقصد بھی نہیں ہے کہ ہم کسی دوسری قوم کو اپنا غلام بنائیں۔ ہم امن و امان اور صلح و آشتی کے خواہاں ہیں اور اس ملک میں اس کا کوئی حل سوائے اس کے نظر نہیں آتا کہ اس ملک کی تقسیم جو لاہور ریزولیوشن میں تجویز کی گئی ہے، کر دی جائے۔ تاریخ اس کی شاہد ہے اور جغرافیائی لحاظ سے یہ ثابت ہے کہ یہ تقسیم ہمیشہ سے موجود تھی۔ ہندوستان کی مختلف اقوام کی مشکلات اور باہمی مناقشات کا صرف یہی ایک حل ہے اور اس منزل مقصود کا عزم بالجزم ہم کر چکے ہیں۔

ہندو کے لئے کوئی تجویز قابل قبول نہیں ہو سکتی جو ان کو تمام دوسری اقوام ہند پر مکمل سیاسی اور اقتصادی غلبہ دینے کے مترادف نہ ہو۔ البتہ نہایت فراخدلی سے وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو مذہبی آزادی دی جائے گی۔ مذہبی آزادی سے ہندو کا تصور شاید یہ ہو جس رنگ میں وہ مذہب اسلام کو خود دیکھتے ہیں اور جس فراخدلی کا مظاہرہ وہ اپنی گذشتہ چند سالہ مدت اقتدار میں کر چکے ہیں یا زیادہ سے زیادہ ان کے تصور میں وہ مذہبی آزادی ہو گی جو انگریزوں کے زیر اقتدار مسلمانوں کو حاصل رہی ہے یعنی روزہ، نماز، سجدہ گزاری اور قرآن پڑھ کر ایصال ثواب کی آزادی لیکن ہمارے سیاسی و اقتصادی اور معاشرتی امور کے فیصلے وہ اپنے حیطہ اقتدار میں رکھنا چاہتے ہیں جو متحدہ۔۔ ہندوستان کے متحدہ مرکز سے اکثریت کی رائے سے طے پائیں اس کے جواب میں ہم صاف طور پر کہے دیتا ہوں کہ مسلمان اس غلامی کا طوق پہننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ مسلمان ایک جداگانہ قوم ہے اور تمام ہندوستان کو ایک "کل" فرض کر کے اس جمہوریت کا آئین حکومت قبول کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہے جو ہندو کا عقیدہ ہے۔ مسلمان کا نصب العین اس حکومت الٰہیہ کا قیام ہے جو اس کی زندگی اور عمل کے ہر شعبے پر احاطہ کرے۔ مذہب، سیاست، دین اور دنیا کی تفریق غیر اسلامی نظریات ہے۔

تجویز پاکستان کے خلاف ہندو نے جو بے معنی غوغا آرائی اور ہنگامہ برپا کر رکھا ہے وہ کوئی غیر متوقع امر نہیں ہے بلکہ تعجب ہوتا اگر ہندو چپ رہتا۔ اس کا مقصد اپنی تعدادی اکثریت کے بل بوتے پر ہندو راج قائم کرنا ہے اور اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے وہ جتنی بھی غوغا آرائی کرے وہ تھوڑی ہے لیکن یہ یاد رہے کہ اس ہنگامہ خیزی سے وائسریگل لاج سے لیکر ونسٹ ہال اور قصر بکنگھم کی دیواریں ہل جائیں تو ہل جائیں لیکن مسلمان کا عزم ہرگز متزلزل نہیں ہو سکتا۔ پاکستان سکیم کے خلاف اعتراضات جو کبھی کئے گئے ہیں ان میں سے ایک بھی کسی دلیل پر مبنی نظر نہیں آیا آج تک جو کچھ دلائل کی صورت میں کہا گیا اس کا لب لباب یہ ہے

۱۔ ہندوستان واحد ملک ہے اور اس میں بسنے والے انسان ایک قوم ہیں۔

۲۔ ہندوستان کی تقسیم ایک بچے کے دو ٹکڑے کر دینے کے مترادف ہے۔

۳۔ ہندوستان کو تقسیم کرنا بھارت ماتا کے دو ٹکڑے کرنا ہے

اس لئے مندرجہ بالا دلائل کی بنا پر اکھنڈ ہندوستان کا پاکھنڈ جاری رکھا ہے بعض منچلوں نے یہ دھمکیاں دی ہیں کہ وہ خون کا آخری قطرہ بہا دیں گے لیکن پاکستان قائم نہیں ہونے دیں گے یہ لغو بے معنی اور لغو باتیں ہیں جو کسی تردید کی محتاج بھی نہیں۔ اب مسلمان ایسی باتوں میں نہیں آسکتا اس کے دل میں زندہ رہنے کا ولولہ اس کے خون میں ایمان کی حرارت موجود ہے۔ الحمد للہ کہ اس کا سیاسی شعور بھی بیدار ہو چکا ہے اور اب وہ اس خواب غفلت میں مدہوش نہیں ہے جو چند سال قبل اس پر طاری تھی (صفحہ ۱۸ پر)

مصیبت یہ نہیں ہے کہ ہندو تجویزِ تقسیم کے خلاف کیوں آتش زیرپا ہے بلکہ رونا تو اس کا ہے کہ خنجر چند مسلمانوں کے ہاتھ میں دیا گیا ہے اور ایسے مسلمانوں کے ہاتھ میں جو تمام عمر قوم کو یہ درس دیتے رہے ہیں کہ مسلمانوں کی ملت اقوامِ عالم سے جداگانہ شان رکھتی ہے اور سچ یہ ہے کہ آج وہی حضرات اپنی ہی تعلیمات کو نظرانداز کر کے کانگریس میں ہیں اور ان مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہیں جن کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ وہ قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں مسلمانوں کو منظم کرنے اور ایک آزاد اسلامی حکومت کے قیام کی کوشش کر رہے ہیں۔

ان بزرگوں کو اعتراض یہ ہے کہ پاکستان اسکیم اسلام کے خلاف ہے کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی دروغ بافی ہو سکتی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی تہمت اسلام پر لگائی جا سکتی ہے کہ دنیا کے کسی حصہ میں مسلمانوں کا آزاد حکومت قائم کرنے کا خیال اسلام کے خلاف ہے یہ کہتے ہوئے ان حضرات کو سوچنا تو چاہیے تھا کہ یہ خیال اللہ کے دین اور پیامِ ازلی کے خلاف ہے اور ستم یہ ہے کہ اپنے اس فریب اور دھوکے کو قرآن کریم کے مقدس غلاف میں لپیٹ کر پیش کر رہے ہیں کہ ان کے اسلام کی یہی تعلیم ہے کہ مسلمان سارے جہان میں بکھرا پڑا رہے اور حوادثِ زمانہ کے تیز جھونکے جب اور جدھر چاہیں اسے خس و خاشاک کی طرح منتشر کرتے رہیں اور ہندوستان کا مسلمان نکبت اور بے کسی کی حالت میں مکرر غیروں کے ہاتھوں سے ذلیل ہوتا رہے اور اس کی بھی وہی حالت ہو جائے جو ہندوؤں نے قوانینِ منو کے تحت ان کثیر التعداد انسانوں کی کر رکھی ہے جن کو اچھوت جیسا تحقیر آمیز خطاب دیا گیا ہے۔ یہ حضرات یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ اگر مسلمان ایک کونے میں سمٹ کر رہ گئے تو اشاعتِ اسلام کا کام رک جائے گا۔ کیا انوکھا اعتراض ہے یا تو یہ حضرات پاکستان اسکیم کے اصل اصول سے محض ناواقف ہیں یا دیدہ دانستہ تجاہلِ عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔ اس اسکیم میں یہ کہاں کہا گیا ہے کہ بقیہ ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی ان کے موجودہ مسکنوں سے ہجرت کر کے پاکستان میں آباد ہونے کی ضرورت لاحق ہوگی اسکیم پاکستان میں کوئی ایسی شق موجود نہیں ہے یہ معترضین کی محض کم نظری کا خیال ہے۔ اشاعتِ اسلام کی چودہ سو سال کی تاریخ کو بھول چکے ہیں۔ انھوں نے اسلافِ اسلام کے ان زریں کارناموں کو طاق پر دھر دیا ہے جنھوں نے صحرا زمینِ عرب سے اٹھ کر دنیا کے ہر گوشہ میں توحید کا ڈنکا بجا دیا۔ اور آج تک اللہ اکبر کے نعرے سے تمام دنیا کا گوشہ گوشہ گونج رہا ہے یہ اعتراض کہ اشاعتِ اسلام کا کام رک جائے گا ان لوگوں کی تنگ خیالی اور پست حوصلگی ہے۔

یہ امر سخت [illegible] ہے کہ ان میں اکثریت عالمانِ دین کی ہے جو اس غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں کہ ہندوستان میں متحدہ قومیت کا ہی نشوونما ہو سکتا ہے وہ اس امرِ واقعہ کو بھی نظرانداز کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان ایک جداگانہ ممتاز اور مخصوص ملت کے افراد ہیں جن کے تصورات سیاسی اور اعتقاداتِ مذہبی میں غایت درجہ کی قوت اور استقامت پائی جاتی ہے ان کا مذہبی عقیدہ ہی اس نوعیت کا ہے کہ مسلمان خواہ دنیا کے کسی گوشہ میں آباد کیوں نہ ہوں ان میں ایک دوسرے سے ربط و ضبط قائم و مستحکم ہونے کے مضبوط ترین اسباب ہمیشہ مہیا رہے ہیں۔ اخوتِ اسلامیہ ملتِ اسلامیہ کا پختہ ترین احساس ہے یہی مبداء فکر انسان کا پیدا کردہ نہیں ہے بلکہ حکمِ الٰہی ہے۔ قرآن پاک کی آیات اور سرورِ عالم کے ارشادات ہیں جو ہر مسلمان کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ افسوس ہے کہ غیر تو اسلام کے اس ہمہ گیر فلسفہ کے قائل ہوں اور ہمارے علماءِ دین اس سے ناواقفیت میں مبتلا پائے جائیں۔ اصلاحاتِ دستورِ ہند کے متعلق جو مشترکہ کمیشن قائم کی گئی تھی جس میں ہندوستان کے متعدد ہندو مسلم اربابِ بصیرت شامل تھے اس کی رپورٹ کی جلدِ اول کے بابِ اول میں ان الفاظ میں اس حقیقت کو تسلیم کیا گیا ہے کہ ہندو دھرم کا امتیازی وصف ذات پات کا امتیاز ہندوؤں کے دھرم اور نظامِ معاشرت کا سنگِ بنیاد ہے،

...... برخلاف اس کے اسلام مساواتِ انسانی کی بنیادوں پر قائم اور مبنی ہے ......

کانگریس کے موجودہ صدر یعنی مولانا ابوالکلام آزاد اپنے خطبۂ صدارت میں جو کانگریس کے اجلاس منعقدہ رامگڑھ میں پڑھا اس میں وہ بھی اس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکے کہ:۔

"مسلمانوں کی مجموعی تعداد ملک میں آٹھ نو کروڑ کے اندر ہے وہ ملک کی دوسری جماعتوں کی طرح معاشرتی اور نسلی تقسیم میں بٹی ہوئی نہیں ہے اسلامی زندگی کی مساوات اور برادرانہ یکجہتی کے مضبوط رشتے نے انہیں معاشرتی تفرقوں کی کمزوریوں سے بہت حد تک محفوظ رکھا ہے۔"

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ:۔

"ہندوستان کے لئے قدرت کا یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ اس کی سرزمین انسان کی مختلف نسلوں، مختلف تہذیبوں اور مختلف قافلوں کی منزل بنے۔"

ستم یہ ہے کہ جب یہی بات قائداعظم مسٹر محمد علی جناح کی زبان سے نکلتی ہے یا کوئی لیگی اس حقیقت کو بیان کرتا ہے تو وہ گردن زدنی اور کشتنی قرار دیا جاتا ہے۔ ہمارا مقصد صرف اتنا ہے کہ ہم واقعاتِ حقہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ جب تک ہندو ہندو ہے اور مسلمان مسلمان ہے قومیتِ متحدہ کا تخیل ناممکن ہے دونوں تہذیبیں جو سراسر ایک دوسرے سے مختلف ہیں ایک نہیں ہو سکتیں یہاں پر مجھے ایک تاریخی واقعہ یاد آ گیا کہ شہنشاہ اکبر کے دماغ میں بھی ہندوستان میں متحدہ قومیت پیدا کرنے کا خیال سرایت کر گیا تھا لیکن انکو بھی اس کے حصول کے لئے مذہبی اعتقادات میں تغیر پیدا کرنے کے سوائے اور کوئی صورت نظر نہ آئی اور اس نے "دینِ الٰہی" کی تخلیق کے ذریعہ متحدہ قومیت کے قیام کی سعی کی۔ بہت سے عالمانِ دین بعض اغراضِ دنیوی کے تحت اس فتنہ کا شکار ہو گئے لیکن مجدد اکابرِ ملت کو اس فتنہ کو پامال کی سعادت نصیب ہوئی ان میں سے ایک شیخ جمال الدین بھی تھے جن کی اولاد ہونے کا فخر مولانا آزاد کو حاصل ہے۔ قسمت کا ہیر پھیر ملاحظہ ہو کہ جس بزرگ نے ان عقیدوں کی تائید کرنے سے انکار کیا۔

(بقیہ صفحہ ۱۸ پر)

جناب ذاکر حسین صاحب فاروقی بی اے

مسٹر روزویلٹ

امریکہ کے موجودہ صدر مسٹر روزویلٹ کے جدامجد کلیاس روزنفلٹ ہالینڈ سے ۱۶۴۹ء میں وارد امریکہ ہوئے اور نیویارک میں جسکو اس زمانہ میں نیوامسٹرڈم کہا جاتا تھا، سکونت گزین ہوگئے۔ آپ نے یہاں اپنی خداداد ذہانت اور جانفشانی ومحنت کی بدولت کافی ترقی کی اور بہت دولت جمع کی۔

آپکے بیٹے مسٹر نکولس روسنفلٹ نے اس دولت میں اور بھی اضافہ کیا، اور آخر وہ اپنی دولت ہی کی بدولت نیو یارک کے آلڈرمین منتخب ہوگئے۔ مسٹر نکولس کی سب سے بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ آپکی نسل سے امریکہ کے دو صدر ہوگئے۔

مسٹر نکولس کے دو بیٹے تھے، بڑے بیٹے مسٹر جونس روسنفلٹ کی نسل میں مسٹر تھیوڈور روزویلٹ ہوئے۔ جو ۱۹۰۱ء میں صدر جمہوریہ امریکہ کے چھبیسویں صدر منتخب ہوئے تھے اور چھوٹے بیٹے مسٹر جیکب روزویلٹ کی نسل میں مسٹر فرینکلن روزویلٹ ہیں جو ۱۹۳۳ء سے آجتک امریکہ کے صدر ہیں۔

مسٹر تھیوڈور روزویلٹ ریپبلکن پارٹی کے ٹکٹ پر امریکہ کے صدر مقرر ہوئے تھے۔ اور مسٹر فرینکلن روزویلٹ ڈیماکریٹک پارٹی کے ٹکٹ پر اس مرتبہ مسلسل تیسری بار امریکہ کے صدر مقرر ہوئے ہیں۔

پیدائش مسٹر فرینکلن ۳۰ر جنوری ۱۸۸۲ء کو ہائیڈ پارک کے ایک خوبصورت مکان میں پیدا ہوئے تھے آپکے والد کا نام جیمس اور والدہ کا نام سارہ تھا۔ ۱۹۰۰ء میں آپ کے والد کا انتقال ہوگیا۔

تعلیم مسٹر فرینکلن روزویلٹ کو گروٹن میں تعلیم دلائی گئی یہ اسکول امریکہ کے بہترین اسکولوں میں سے ایک ہے ایام طالب علمی ہی میں آپ ایک معلم کے ہمراہ یورپ کی سیاحی کے واسطے بھی تشریف لے گئے تھے جہاں آپ نے تعلیم کے علاوہ اپنی کمسنی ہی میں کافی سیاسی تجربہ بھی حاصل کیا۔

گروٹن میں آپ اچھے طالب علم تو نہ تھے، مگر عمدہ کھلاڑی ضرور تھے، کہا جاتا ہے کہ آپ فٹبال خوب کھیلتے تھے، اور اسکول کی ٹیم میں، فاصل بیک تھے۔

اٹھارہ سال کی عمر میں آپ ہارورڈ کالج میں داخل ہوئے، جہاں آپ نے کالج کے رسالہ "دی کرمسن" کی ادارت بھی کی۔

قانون کے گریجویٹ۔ نوجوان فرینکلن کا پہلے سے ارادہ یہ تھا، کہ اناپولیس کی نیول اکاڈمی (بحری تعلیم گاہ) میں تعلیم حاصل کریں، مگر بعد میں انھوں نے کولمبیا یونیورسٹی سے قانون کے گریجویٹ کی ڈگری حاصل کی۔

آپ نے اپنا ارادہ کیوں بدلا۔ اور بحری تعلیم کی بجائے قانون کی ڈگری کیوں حاصل کی ہے۔ اسکا بھی ایک پرلطف واقعہ ہے جو صدر روزویلٹ کی "رومانی زندگی" سے متعلق ہے واقعہ یہ تھا کہ آپکو مسٹر تھیوڈور روزویلٹ کی بھتیجی سے محبت ہوگئی تھی۔ لہذا آپ مس انا ایلیانور سے علیحدہ رہنا پسند نہیں تھے۔ اگر آپ بحری تعلیم حاصل کرتے تو آپ کو اناپولس جانا پڑتا۔ اور اسطرح آپ کو اپنی محبوبہ سے جدائی اختیار کرنا پڑتی، لہذا آپنے اپنا ارادہ تبدیل کرکے قانون کے کالج میں اپنا داخلہ محض اسلئے کرالیا تھا، تاکہ آپ مس انا ایلیانور کے پاس رہ سکیں

آخر آپکی شادی مس انا ایلیانور ہی کے ساتھ ہوگئی۔ محبت میں کامیاب ہونیوالا انسان زندگی کے ہر شعبہ میں قابل رشک طریقہ سے کامیاب ہوا۔ یہاں تک کہ اسنے اپنی سیاسی زندگی کی سب سے بڑی کامیابی بھی تیسری مرتبہ امریکہ کا صدر مقرر ہوکر حاصل کر لی۔

ڈیماکریٹک پارٹی۔ شادی کے تین ہی سال بعد مسٹر فرینکلن روزویلٹ کی سیاسی زندگی کا آغاز ہوا۔

آپ کے تمام اعزا ریپبلکن پارٹی کے ممبر تھے، آپکے چچا مسٹر تھیوڈور روزویلٹ ریپبلکن پارٹی ہی کے ٹکٹ پر امریکہ کے صدر مقرر ہوئے تھے، مگر آپ نے ڈیماکریٹک پارٹی میں شرکت کر لی۔ آپ ریپبلکن پارٹی کو اسوجہ سے ناپسند کرتے تھے کہ وہ قدامت پسندوں اور سرمایہ داروں کی جماعت ہے۔ اور آپ ایک روشن خیال انسان کی حیثیت سے اس پارٹی کے مقاصد سے کوئی ہمدردی نہ رکھتے تھے۔

آجتک امریکہ کے بڑے بڑے سرمایہ دار مسٹر روزویلٹ کے مخالف ہیں وہ ان کا نام تک لینا پسند نہیں کرتے، بلکہ محض "صدر جمہوریہ" یا "وہائٹ ہاؤس کا حکمراں" کہہ کر آپ کو یاد کرتے ہیں۔ اس کے بالکل برعکس امریکہ کا غریب اور مزدور طبقہ آپکا حامی ہے اور آپ کو اپنا نجات دہندہ خیال کرتا ہے۔

۱۹۱۲ء کے صدارتی الکشن میں آپ کے چچا مسٹر تھیوڈور روزویلٹ پروفیسر ووڈرو ولسن کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے تھے، مگر آپ نے محض اصولی اختلاف کیوجہ سے اپنے چچا کے مقابلہ میں پروفیسر ووڈرو ولسن کی حمایت کی، اس چیز سے آپکی اصول بندی پر ایک زبردست روشنی پڑتی ہے۔

الکشن میں پروفیسر ووڈرو ولسن جیتے اور انھوں امریکہ کی صدارت کی زمام سنبھالتے ہی مسٹر فرینکلن روزویلٹ کو دفتر بحر کا نائب سکریٹری مقرر کر دیا۔

مسٹر روزویلٹ نے اپنے کام نہایت خوبی سے انجام دیئے۔ اور آبدوزوں کا تعاقب کرنے والی کشتیاں نیز جنگی بحری بیڑے میں شامل کیں۔ آپ نے امریکہ کے بحری بیڑہ کی از سر نو تنظیم کی اور ۱۹۱۸ء میں یورپ کا دورہ کیا تاکہ یورپ کے بحری بیڑوں کو دیکھ کر انھیں اصولوں پر امریکہ کے بحری بیڑہ کو منظم کریں۔

مسٹر ووڈرو ولسن کے اختتام صدارت کے بعد مسٹر روزویلٹ کو بھی اپنے عہدہ سے مستعفی ہونا پڑا۔ اس کے بعد آپ امریکہ کی نائب صدارت کے امیدوار ہوئے مگر اسمیں ہار گئے۔

(بقیہ صفحہ ۱۸ پر ملاحظہ فرمائیے)

حسینؑ نورِ کائنات ہیں

از جناب علامہ ہندی رحمۃ اللہ

حسینؑ انسانوں کا غمگسار ۔ امت کا جانثار ۔ خدا کا پیارا ۔ رسول کا دلارا ۔ محبوب خدا کا محبوب ۔ اسلام کا شیدائی ۔ توحید کا فدائی ۔ حق کا دلدادہ ۔ صداقت کا شاہزادہ ۔ ایثار کا مجسمہ ۔ صبر و استقلال کا پتلا ۔ خلق و مروت کا پیکر ۔ رحم و انصاف کا ہیرو ۔ ہمت کا دھنی ۔ دنیا کی زینت ۔ عقبیٰ کا زیب و زین ۔ محمدؐ کا لخت جگر ۔ علیؑ کا نور نظر ۔ بتولؑ کا چاند ۔ عرش الٰہی کا تارہ ۔ جبرئیل کا مخزادہ ۔ خدا کا عاشق ۔ جمال و کمال محمدی کا آئینہ ۔ قدرت الٰہی کا نمونہ ۔ قوموں کا پیشوا ۔ کلمہ گویوں کا رہنما ۔ علم و حکمت کا ستون ۔ روحی وارواح العالمین العذار لکلستکرو دہر میں نور ہے ۔ سیرت و خصائل کریمہ نور ہیں ۔ فضائل و مناقب نور ہیں ۔ علم و حکمت نور ہے ۔ شکل و شمائل نور ہے ۔ سلسلۂ نسب نور ہے ۔ آباؤ اجداد نور ہیں ۔ اعمال و اخلاق نور ہیں ۔ اقوال و ارشادات نور ہیں ۔ اوس مجسمہ نور کی نورانیت سے ہر قوم و ہر ملت مستفیض ہو سکتی ہے ۔

یہ اعتقادی باتیں نہیں ہیں بلکہ حسینی کارناموں نے انکو منارۂ نور بنایا ہے جنکی پیروی سے ہر انسان کے لئے انسانیت کی راہیں روشن ہوتی ہیں ۔ حیات اجتماعی ، حیات انفرادی ، حیات اقتصادی ، حیات تمدنی ، حیات معیشتی ، حیات معاشرتی ، حیات سیاسی سے اس پیکر نور کے اگر اکتساب نور کرو تو بیشک منور ہو جاؤگے ۔ یہ موقع سیرت و تاریخ لکھنے یا دو نجاب کے واقعۂ زندگی لکھنے کا نہیں ہے زمانہ آ رہا ہے اور تیزی سے آ رہا ہے جبمیں حسینی مشن عالم کی زندگی کے ہر شعبہ میں مشعل ہدایت ہوگی ، آج لینن ، ٹالسٹائی ، ڈی ویلرا ۔ زاغلول پاشا ، اور گاندھی جی ، وغیرہ وغیرہ دنیا کے لیڈر حسینی تعلیم کو دہراتے ہوئے میدان ترقی میں آگے بڑھتے دکھائی دیتے ہیں ۔ لینن کا اصول مساوات ۔ ٹالسٹائی کی حق گوئی والفات ، ڈی ویلرا کی خودداری و حریت نوازی ۔ گاندھی جی کی ترک موالات و عدم تشدد ۔ اور چھوت چھات کی مخالفت ۔

درحقیقت یہ وہ سبق دہرائے جا رہے ہیں جو ایک ہی حسینی ذات کے مختلف پیرایہ کی تعلیمات ہیں ۔ حسینی زندگی کو سامنے رکھکر دیکھو اور غور کرو تو معلوم ہو کہ مسلمانوں نے حسینی تاسّی چھوڑ کر کیا نقصان اٹھایا اور غیر مسلمین نے انکے اسوۂ حسنہ سے اقتباس نور کر کے کون کون سے فوائد حاصل نہیں کئے ۔

بہر حال حسینؑ کی وہ مبارک و مقدس ذات ہے جو کہ عالم بھر کی ہر قوم کے لئے سچا رہبر ثابت ہوگی ۔ ہمکو اس مجسمہ نور اور پیکر ضیا کے صرف جسمانی نورانیت کا ثبوت مقصود ہے کٹا ہوا سر اس پیکر نور کا نوک نیزہ پر زید ابن ارقم صحابی کو نظر آتا ہے کس طرح راس قدسی زہر ہی اشبہ الخلق برسول اللہ " چاند سا چمکتا دمکتا ہوا سر صورت رسول سے بیحد مشابہ (سعادت الکونین ، وسیلۃ النجاۃ)

شب تار میں حسین و حسن راستہ سے گم کر کے باغ میں بخار میں پہونچتے ہیں اسطرح سے کہ نور چمکتا ہوا راستہ بتاتا ہے (امالی ابن بابویہ)

کیونکر شب تار روشن نہ ہوا اسلئے کہ یہ خود اس نور کا ٹکڑا ہیں جو فرماتا تھا " اول ما خلق اللہ نوری " سب سے پہلے میرا نور خلق ہوا ۔

اسکے بعد ابن مسعود اور ابن عباس کی روایت ہے کہ خدا نے مجھکو اور علی اور حسن و حسین کو اپنے نور عظمت سے خلق فرمایا ہے ۔ دو ہزار سال پیشتر خلق سے میرے نور سے کل آسمان اور زمین بنے اور نور علی سے عرش و کرسی کی خلقت ہوئی ۔ اور نور حسن سے لوح و قلم کی خلقت ہوئی اور نور حسین سے جنت اور حور العین کی خلقت ہوئی ۔ اور ہم سب انہیں کی ہر شے سے افضل ہیں اور ہمارا نور جب روح سے ملا تو خلقت سے اور ترکیب سے نور اور روح کی خلقت فاطمہ زہرا ہوئی ۔ اور ان کے نور سے مشرق و مغرب روشن ہوئے ۔ (مناقب فاخرہ فی العترۃ الطاہرہ ۔ مصباح الانوار شیخ ابو جعفر الطوسی)

پس جو نور ارض و سما ہوا اور نور کائنات ہوا اسکا ٹکڑا بیشک نور کائنات ہے ۔

سائنس کے دیوتا اور فلسفہ کے پیر و مرشد آویں اور حقائق موجودات کو انھیں در و نہر جبہ سائی کر کے سمجھیں حدیث نور کائنات کے وجود کو نور سے بتاتی ہے ۔

آج الکٹری سٹی جس کی ابتدا صدیوں پہلے حضرت عیسٰے سے ہوئی تھی اس ترقی پر پہونچی ہے کہ حکما ر سائنس مادے کے گورکھ دھندے سے نکلکر موجودات کی خلقت کو صرف الکٹری سٹی کا کرتب بتاتے ہیں ۔ یہ مسلّم ہے کہ تمام جاہیں جبکہ وہ غیر متمیز حالتیں ہیں ایک نہایت نازک بے وزن سیال مادہ موجود ہے ۔

ینوٹن ۔ بوٹل ، ڈولو فرے ، فرنیک لن ، وغیرہ وغیرہ کی تحقیقات پڑھو ہماری فلسفۃ الاسلام الکٹری سٹی میں ان بیانات کی توضیح دیکھو ۔ اس الکٹری سٹی سے جس سے کوئی دنیا میں واقف نہ تھا ، بھلا یہ کون جانتا کہ یہی وہ چیز ہے جس سے عالم کی آفرینش ہوئی ہو ۔ تیرہ سو سال پیشتر معلم الٰہی اول مخلوقات نور کو بتاتا ہے ۔ اور اس نور سے خلقت عالم کی قائم کرتا ہے اگر آج اتنا ہی تحقیق کے بعد سائنس کو اسکا اقرار ہے تو اسکا بھی اقرار ناگزیر ہے کہ بتانے والا یہ بھی بتاتا ہے کہ وہ نور عظمت الٰہی تھا جس سے خلقت پنجتن ہوئی ، اور انوار پنجتن سے خلقت عالم ہوئی ۔ اسوقت جاہل عربوں کو الکٹری سٹی کیا کہکر سمجھائی جاتی ۔ اسلئے نور کہا گیا ۔ جو کہ ظاہر بہترین خواص و آثار الکٹری سٹی کے ہے ۔

اور آجکل ہی حکما ، کا خیال ہے کہ کہربائیت مثل نور کے ہے ۔ جو اجسام کے سالموں کی حرکت سے پیدا ہوتی ہے بذاتہ مادہ نہیں ہے ۔ بلکہ حرکت ہے جس سے جسم کے سالمہ متحرک

سید علی حسنین صاحب نقوی نسیم فتحپوری - بی اے (آنرز) ایم اے

واقعہ کربلا سے قومی رضاکاروں کو سبق

افراد قوم میں جذبہ بیداری پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے قومی رضاکاروں کی تعداد بھی روز بروز بڑھتی جاتی ہے خصوصاً ماہ محرم میں اس تعداد میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے جبکہ برادران قومی نیز دیگر مذاہب کے ماننے والے اپنا کاروبار چھوڑ کر دور دور تک کی مسافت طے کر کے اور صد ہا مالی مشکلات و نقصانات برداشت کر کے اپنے اپنے قریہ دیہات اور شہر میں آکر خلوص دل سے اس شہید اعظم، اس رہبر عالم اور اس معلم اخلاق کی یادگار مناتے ہیں جس کو قتل ہوئے اس عرصہ کی ز سو برس کا عرصہ ہوا یعنی تیرہ سو سال ہو چکے ہیں -

حقیقی معنوں میں یہ وہی قائد اعظم ہے جس نے اخلاقی - سیاسی مذہبی اور معاشرتی زندگی کے صحیح نمونے پیش کر کے عالم کی مردہ قوموں کو حیات اور پائندہ زندگانی دی،

میرے جانباز قومی رضاکارو! میں آپ لوگوں کو اس بات پر مبارکباد پیش کرنا چاہتا ہوں کہ خدا نے آپ کو اس قوم و مذہب اور اس فرقہ میں خلق فرمایا ہے جس میں مظلوم کربلا کی ایسی عظیم انسانی یادگار قائم ہے کیونکہ آج دنیا کی مہذب قوموں اور ترقی یافتہ ملکوں پر یہ راز بخوبی ظاہر ہو گیا ہے کہ مظلومیت کی کشش بے پناہ ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جن اقوام و مذاہب میں مظلومیت کا فقدان ہے وہ کوشش کر کے اپنے یہاں مظلومیت تراشتے ہیں۔ دیکھئے عیسائیوں کے یہاں مسیح کی مظلومیت کی خود ساختہ حکایات اور ان کی نشر و اشاعت کی کوششیں، پس کیا ہمارے لئے زیبا نہیں ہے کہ ہم اس نعمت کی قدر کرتے ہوئے اپنے مظلوم قائد اعظم کو صحیح معنوں میں اہل عالم کے سامنے پیش کریں اور خود بھی خلوص دل سے اس کی تاسی کریں۔

میرے جانباز قومی رضاکارو! حسینؑ جس طرح معلم اخلاق تھے جس طرح امام پیشوائے دین تھے حسینؑ اسی طرح جب بڑے قائد اعظم بھی تھے اور جہاں اس متبرک ہستی نے انسانی زندگی کے ہر شعبے کا صحیح نمونہ بھی پیش کیا وہاں تنظیم قومی پر بھی خاص زور دیا اور اس کا صحیح نمونہ بھی پیش کیا،

تنظیم قومی ہی پر ہماری اجتماعی زندگی کی بقاء اور ترقی منحصر ہے اور اسی تنظیم کی وجہ سے خود حسینؑ کی مختصر فوج ہمیشہ کے لئے فاتح کہلائی۔ کربلا میں راہ حق پر کٹ جانے والی اس مختصر فوج کا نام و نشان تک بھی نہ باقی رہتا اگر فوج کے لئے حسینؑ ایسا قائد اعظم نہ ہوتا۔

تجربہ بتلاتا ہے تاریخ کے اوراق گواہی دیتے ہیں کہ خواہ کوئی فوج کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو اگر اس میں تنظیم نہیں ہے تو وہ فوج یا جماعت ایک مختصر سی فوج اور جماعت سے شکست کھانے پر مجبور ہو گی اور کبھی بھی اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو گی،

کربلا کی خونچکاں داستان میں حسینؑ ایک قائد اعظم کی حیثیت رکھتے ہیں اسی کی مختصر سی جماعت جس میں ہر عمر کے لوگ شامل علمبردار فوج حسینی امام مظلوم کا جوان بھائی حضرت عباس ؑ حسینؑ کا کڑیل نوجوان بیٹا جناب علی اکبر، اسی برس کا بوڑھا مجاہد حبیب ابن مظاہر اور چھ مہینہ کا دودھ پیتا ہوا بچہ جناب علی اصغر بحیثیت وفادار رضاکاروں کے شامل ہیں۔

تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ باوجود انتہائی آلام و مصائب کے ان رضاکاروں نے تین دن کی بھوک و پیاس میں اپنے قائد اعظم کے ہر حکم پر کس طرح عمل کیا؟

کربلا کے اس قائد اعظم نے اپنے جاں نثار رضاکاروں کو ایسے زریں اصول بتا چکے تھے کہ اگر ہم بھی انہیں اصولوں کو پیش نظر رکھ کر قومی خدمات انجام دیں تو یقیناً ہماری تنظیم خاصی استوار ہو جائیں گی اور ہم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے۔

واقعہ کربلا پر طائرانہ نظر ڈالتے ہی ہم پر یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ ان رضاکاروں کا ہر کام یکدلی اور ہم آہنگی سے انجام پاتا ہے بغض و حسد نفاق و افتراق کا ...

... ان میں کہیں نام تک نہیں مگر فطرت کا یہ تقاضہ ہے کہ جس مقام پر چار آدمی جمع ہوں گے وہاں اختلاف رائے ہو سکتا ہے جس طرح رسول عربی کے ساتھ اپنی ناتجربہ کاری اور ناواقفی کے باعث بعض لڑائیوں کے موقعوں پر بعض لوگوں نے اختلاف کیا ہر خلاف اس کے کربلا کا اہم واقعہ ہم کو بتلاتا ہے کہ حسینؑ قائد اعظم دل کی حیثیت رکھتے ہیں اور تمام اصحاب و انصار اعزاز و اقربا جو بحیثیت رضاکاروں کے تھے اعضاء و جوارح بنے ہوئے ہیں اور ہر کام آسانی سے انجام پاتا ہے پس ہم کو بھی لازم ہے کہ ہم بھی اپنے قائد اعظم کی اسی طرح تنظیم و تکریم کریں اور یکدلی و ہم آہنگی سے اس کے اشارہ و ابرو پر عمل کریں۔

میرے جانباز قومی رضاکارو! آپ کا اولین فرض یہ ہونا چاہئے کہ آپ اپنے میں بھروسہ اور اعتبار قائم کریں کیونکہ بغیر اس چیز کے حاصل کئے ہوئے ہماری تمام سعی و جد و جہد بیکار ہو گی، اگر آپکے قائد اعظم حسین مظلوم اور ان کے کربلائی رضاکاروں میں یہ صفت بدرجہ اتم نہ پائی جاتی تو وہ کبھی بھی کامیاب نہ ہوتے۔

اگر عباسؑ ایسے جری کو دریائے فرات چھین لینے پر یقین نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی اس طرف کا رخ نہ کرتے۔ جناب علی اکبرؑ کو بھوک اور پیاس کے باوجود اعدا سے مقابلہ کی قوت نہ ہوتی تو آپ بار بار جنگ میں سبقت کرنے کے لئے کوشاں نظر نہ آتے یا اگر خود حسینؑ کو یزیدیت سے ٹکر لینے میں یقین کامل نہ ہوتا اور اپنے اوپر بھروسہ نہ رکھتے تو آپ ہرگز کربلا کے مصائب و آلام کا مقابلہ نہ کرتے اور بیعت فاسق پر راضی ہو جاتے پس اگر آپ اپنی مقصد برآری چاہتے ہوں اور سچے دل سے قومی خدمات انجام دینے کا عزم بالجزم رکھتے ہوں تو میرے جانباز رضاکارو آپکو اس صفت کا بھی حامل بننا چاہئے۔

علاوہ ان باتوں کے رضاکاری کے سلسلے میں اکثر مشکل مواقع پیش آتے رہتے ہیں جن سے دوچار ہوئے بغیر رضاکار اپنے فرائض کو کما حقہ انجام نہیں دے سکتا جن کا تجربہ کم و بیش آپ حضرات کو ضرور ہوگا لہذا بحیثیت جانباز قومی رضاکار رضاکاری کے سلسلہ میں خواہ کیسی ہی دقت اور مشکل پیش آئے آپ قطعی ہراساں اور ملول نہ ہوں بلکہ امور کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے پر تیار رہیں

مصرع:۔ مشکلے نیست کہ آساں نشود مرد باید کہ ہراساں نشود، اگر آپ نے ہمت نہ ہاری اور مشکلات کا مقابلہ کرتے رہے تو گویا آپ نے ان ہستیوں کی تاسی کی جنہوں نے آخری دم تک اپنے قائد اعظم کے اشاروں پر چلنے کی کوشش کی اور ہر مشکل کو آسان بنا لیا اور جس کے صلے میں ان کے نام تاریخ عالم میں ہمیشہ حروف زریں سے لکھے جائیں گے اور ان کی صحیح یادگاریں ہمیشہ اور ہر مقام پر قائم ہوتی رہیں گی،

میرے جانباز قومی رضاکارو! آپ کا فرض یہ بھی ہونا چاہئے کہ خدمات انجام دیتے وقت آپ ذاتیات کو نہ شامل کریں۔ اور جہاں تک ہو سکے قومی کاموں کے سلسلے میں تصادم نہ ہونے پائے ورنہ آپ کی یہ کمزوری اور ناعاقبت اندیشی آپ کی انفرادی و اجتماعی دونوں زندگیوں کے لئے حد درجہ خطرناک و مضرت رساں ثابت ہوگی، داستان کربلا ہم کو بتلاتی ہے کہ کربلائی رضاکاروں نے ذاتیات کی طرف کبھی بھولے سے بھی توجہ نہیں کی بلکہ ان میں سے ہر رضاکار ایک دوسرے کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور اس بات کی خواہش اور کوشش کرتا تھا کہ پہلے میں کام آجاؤں تاکہ میرے دوسرے ساتھی اس مصیبت عظمیٰ سے نجات پا جائیں، چنانچہ پسران حضرت زینب کی مثال لیجئے یا خود شہزادہ علی اکبر پر نظر فرمائیے بلکہ جناب علی اصغر کی مثال لیجئے کہ شوق شہادت میں گہوارہ میں بار بار ہمکتے تھے اور یہی چاہتے تھے کہ سب سے پہلے جام شہادت میں ہی نوش کر لوں۔ بس ذاتیات کے پیچیدہ مسائل علاوہ مہلک اور مضرت رساں ہونے کے فتنہ و فساد

نفسی حسد اور نفاق و افتراق کی گرم بازاری کا سبب بن جائیں گے اور اسطرح یزیدیت کی بو آپ میں بھی سرایت کر جائے گی جس کو حسین نے بہتر کا خون دے کر مٹایا تھا پس آپ کو اس فعل قبیح سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ آپ کا یہ فعل حسینی مشن کے بالکل برعکس ہوگا۔

آپ کا آخری اور اہم فرض یہ بھی ہونا چاہئے کہ آپ اپنے قوم کا ایک ذمہ دار فرد تصور کرتے ہوئے غیر اقوام کی کسی فرد یا جماعت سے کسی قسم کا تصادم نہ لیں اور کج خلقی یا سخت کلامی سے پیش نہ آئیں کیونکہ دراصل یہی وہ لوگ ہیں جو آپ کی رضاکارانہ اسپرٹ کے صحیح معنوں میں معیار یا کسوٹی ہیں۔ ورنہ اپنے منہ میاں مٹھو بننے سے کوئی فائدہ نہیں ہے اگر آپ کے صفات اور جد و جہد دراصل قابل ستائش و تعریف ہوں گے تو سب سے پہلے یہی لوگ ہوں گے جو ان سے متاثر ہوں گے لہذا ان کو خوش رکھنا رضاکاری کا ایک اہم اصول ہے

بس میرے جانباز قومی رضاکارو! اسلام کے سچے بہی خواہ اپنے قائد اعظم کے قائم کردہ زریں اصولوں سے کبھی بھی غافل نہ ہونا اور اپنے ذاتی مفاد اور شخصی عداوتوں کو دین مذہب کے نام پر قربان کرکے اپنی قوت عمل اور جذبۂ خدمت گزاری سے قوم میں بیداری پیدا کرکے دکھا دو کہ ہم میں اب بھی علی کے خون کی گرمی فاطمہ کے شیر کا اثر اور حسین کی شجاعت اور غیرت کا احساس باقی ہے۔

میرے جانباز رضاکارو! اگر میں اتنی تڑپ اور حمیت قومی پیدا ہو جائے تو پھر ہم دیکھیں گے کہ دنیا کی کون قوم ہم کو مردہ قوم کہتی ہے پھر یا ہم زندہ قوم بن کر رہیں گے یا پھر ایسی سخت والے ہی کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ ؎

تاخیر کا یہ وقت نہیں ہے دلاورو
آواز دے رہا ہے زمانہ بڑھے چلو۔

محمد احسن فاروقی بی اے

توہم پرستی

ہندوستان میں توہم پرستی کثرت سے جاری ہے۔ مگر یہ چیز ہمارے ہی ملک میں نہیں ہے بلکہ تمام ممالک عالم میں توہم پرستی کا رواج ازمنۂ قدیمہ سے پایا جاتا ہے۔

یورپ والے بھی جن کو تہذیب اور علم کا علمبردار خیال کیا جاتا ہے توہم کے مرض سے نہیں بچے ہیں، چنانچہ ذیل میں مشاہیر یورپ کی توہم پرستی کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں، جن کو ملاحظہ فرمانے کے بعد آپ خود اندازہ کریں گے کہ اس مرکز تمدن میں بھی ذہن انسانی نے اتنی ترقی نہیں کی ہے۔ کہ توہمات سے آزاد ہو سکے۔

(۱) چارلی چیپلن اس لباس کو ترک کرنے پر تیار نہیں ہے جسکو پہن کر وہ پہلی مرتبہ شوٹنگ میں شامل ہوا تھا۔ اس لئے کہ اسکا خیال ہے کہ اسی لباس کی بدولت اسکو شہرت نصیب ہوئی ہے۔

(۲) روسینی نے اپنی کتاب باربر آف سیویل تیرہ دن میں ختم کی تھی اسلئے وہ تمام عمر تیرہ کے عدد کو منحوس خیال کرتا رہا۔

(۳) انقلاب فرانس کا بانی اور موجودہ اشتراکی خیالات کا خالق روسو یہ خیال کرتا تھا کہ اس کے سامنے ہر دم ایک متحرک سایہ گردش کرتا رہتا ہے۔

(۴) روس کا سب سے بڑا بادشاہ پیٹر اعظم ایک وہمی خوف کیوجہ سے دریا کے پل کو عبور نہیں کرتا تھا۔

(۵) مشہور اداکار گرسو جب اسٹیج پر جاتا تھا تو اپنی جیب میں ایک پینی (پیسہ) ڈال لیتا تھا اسلئے کہ اسکا خیال تھا کہ یہ پینی اسکو بہت ہی مبارک ثابت ہوئی ہے۔

(۶) دی انسر یونیند کے بالوں کی ایک ہیکل گلے میں پہنے رہتا تھا اسلئے کہ اسکے خیال میں یہ ہیکل بہت بابرکت تھی۔

(۷) انگریزی کا بہت مشہور شاعر ولیم بیک۔ اس پر مصر تھا کہ دنیا اسکو سقراط کا بھائی تسلیم کرلے وہ یہ بھی کہا کرتا تھا کہ اس نے حضرت عیسٰی سے شرف ملاقات حاصل کیا تھا۔

(۸) وانگٹن کا خیال تھا کہ انگلی میں لوہے کی انگوٹھی پہنے رہنے سے بھوت پریت کا اثر نہیں ہوتا۔

(۹) سسیل ہوڈ کبھی نئے کپڑے نہیں پہنتا تھا، بلکہ اپنے کپڑے پہلے کسی دوسرے شخص کو پہنا لیتا تھا، اسکے بعد خود پہنتا تھا۔ اسلئے کہ اسکا خیال تھا کہ نئے کپڑے پہننے سے انسان مصیبت اور مایوسی میں گرفتار رہ جاتا ہے۔

(۱۰) نپولین کالی بلی سے خوف کھاتا تھا۔

(۱۱) سر والٹر اسکاٹ رات کے وقت ملروز کے کلیسا میں نہیں جاتا تھا، اسلئے کہ اسکا گمان تھا کہ وہاں بھوت رہتے ہیں

(۱۲) ڈاکٹر جانسن جب سڑک پر چلتا تھا تو ہر مکان کو چھوتا جاتا تھا۔ اگر کبھی بھولے سے کوئی مکان رہجاتا تو وہ فوراً پلٹ پڑتا، اور جب تک اس مکان کو چھو نہ لیتا آگے نہ بڑھتا

(۱۳) مشہور فلسفی، ادیب برنارڈ شا نے پاجامہ کے کٹ میں ایک کنکر نصب کرا لیا ہے۔ اور اسکو ہر وقت پہنے رہتا ہے

(۱۴) پولینڈ کا مدبر پیڈریوسکی بعض ایام کو منحوس خیال کرتا ہے۔

فاروقی بی، اے

سلطنتوں کا اتار چڑھاؤ!

ڈاکٹر اقبال نے سچ کہا ہے

آ! تجھ کو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے!

شمشیر و سنان اول طاؤس و رباب آخر!

آئیے حقائق کی روشنی میں اس شعر کے معنوں پر غور کریں

جولیس سیزر کی خونچکاں شمشیر نے رومن امپائر کی بنیاد ڈالی، مگر بعد کے راحت پسند اطالوی شہنشاہوں کی تعیش بندی کی بدولت عطیلہ کے ہن قبیلہ نے ان کی مملکت کو پارہ پارہ کر ڈالا۔

طارق بن زیاد نے محض اس خیال سے کہ اسکے سپاہی واپس نہ جاسکیں جبرالٹر کے کنارے اپنی کشتیوں میں آگ لگادی مگر پندرھویں صدی کے آخر میں غرناطہ اور قرطبہ کے امراء کی عیش پسندی کاہلی بغض وعناد، حسد اور دشمنی کی بدولت طارق اور موسٰی کے خون سے قائم ہوئی ہسپانوی حکومت کا خاتمہ ہوگیا

چنگیز۔ تیمور اور ہلاکو کبھی آندھی بنکر اٹھے اور سارے عالم کو لرزہ براندام کرگئے۔ ان کے جانشین طاؤس و رباب "آخر" میں پھنس گئے۔ اور مغلوں کا وہ شکوہ، وہ ہیبت اور وہ جلال جس سے یورپ اور ایشیا یکساں طریقہ سے کانپتے تھے ختم ہوگیا۔

عالمگیر کی گیتی پناہ تلوار نے ترکستان، افغانستان، ہرات اور سارے ہندوستان کو اپنے سامنے جھکا لیا۔ مگر محمد شاہ رنگیلے کی عشرتوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ مرہٹے دارالحکومت تک چھاپے مارنے لگے۔

سکندر نے یونان سے لیکر ہندوستان تک فتح دنیا مگر کیا یہ مملکت باقی رہی؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ سکندر ... تک بھی نہ جانے پایا تھا کہ ملکت ... ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔

قوم کے عروج زوال کی کتنی سچی تاریخ اقبال نے بیان کی ہے!

جو قوم محنت کی زندگی کو چھوڑ کر لہو ولعب میں مبتلا

ص ۴

ہوجاتی ہے اسکا حشر ہمیشہ یہی ہوتا ہے، عروج و ترقی صرف ان قوموں کا حصہ ہے جو آرام طلب اور عیش کوش نہ ہوں۔ عیش وعشرت میں مخمور ہوکر "غم فردا" سے بے خبر ہو جاتی ہیں اور رفتہ رفتہ ان کے انسانی جوہر اور خصائل مردہ ہوجاتے ہیں اور یہی وقت اس کے زوال اور تنزل کا ہوتا ہے۔

حبیب بنک لمیٹڈ بمبئی
HABIB BANK LTD.
سرمایہ مجاز...... ۵ پچاس لاکھ روپیہ —— سرمایہ جمع شدہ ...... ۵ پچاس لاکھ روپیہ
سرمایہ اداشدہ ...... ۲۵ پچیس لاکھ روپیہ
حبیب بنک کی ہز مجسٹی منٹ (سرکاری ٹکسال) کی مہر شدہ ۱۰ تولہ کی گنی گولڈ کی سلاخ خریدئیے!
اور ہر گنی پر تقریباً ۶ روپیہ کی بچت کیجئے
سرکاری ٹکسال کی تصدیق کی مہر شدہ ۵۔ ۱۰۔ اور ۱۵۔ تولہ کی اصلی سونے کی سلاخوں کا نیا ذخیرہ آگیا ہے۔!
جنکی خرید و فروخت مندرجہ ذیل نرخوں سے ہوتی ہے
نرخ فروختگی
نرخ خریداری
۱۵ تولہ والی سلاخ کا بھاؤ بازار بھاؤ سے فی تولہ
۶ زائد
۴ زائد
۴ زائد
۲
مشہور عالم کارخانہ
آرائش حسن کا بہترین انتظام!
ٹیلیفون نمبر (۴۲۱۷۵)
زنانے ملبوسات کا اعلیٰ ترین ذخیرہ آجکل کی نئی ایجاد و تراش کی زرین ساڑیاں دیدہ زیب باڈرس ہر قسم کا
دلکش کپڑا ہر مرتبہ نیا طرز نئی وضع ملاحظہ فرمائیے۔ شادیوں اور دیگر تقریبوں کیلئے لباس خریدئیے
یا آڈر دیجئے؟
اکبر حسین زری والا!
نیو چرنی روڈ بمبئی
وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

سید ہادی حسین رضوی :-

یادگار حسینی لکھنؤ کے متعلق ایک ضروری گذارش

ایڈیٹر کا نامہ نگاروں کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں !

خبار "شیعہ" لاہور اور اخبار "حسینی پیغام" بمبئی نے صدر محسنین عالیجناب مولانا حکیم سید اقبال رضا صاحب قبلہ صدر الافاضل کے ایک مراسلہ پر اپنے اپنے نوٹ شائع کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید ایڈیٹر صاحبان نے جناب حکیم صاحب ممدوح کے مضمون کو بغور ملاحظہ نہیں فرمایا۔ ورنہ انھیں اس مضمون کی مخالفت کی ضرورت نہ ہوتی۔

اصول دیانت داری کا مقتضا تو یہ تھا کہ اولاً جناب حکیم صاحب کا مضمون شائع کیا جاتا۔ اسکے بعد ایڈیٹر صاحبان اپنی رائے درج کرتے۔ مگر ہر دو اخبارات میں ایسا نہیں کیا گیا ہے اسلئے ناظرین کو اس نوٹ سے جناب حکیم صاحب کے خیالات اور ایڈیٹر صاحب کی رائے میں صحیح و غلط کے فیصلہ کا موقع نہیں مل سکتا۔

خوش قسمتی کہوں یا بد قسمتی کہ میں کسی جماعت کا حامی نہیں ہوں اور نہ کسی کا مخالف لیکن اخبار حق و نظارہ وغیرہ میں جناب حکیم صاحب کا مضمون و نیز ایک جلسۂ عام کے چند رزولیوشن میری نظر سے گذرے ہیں۔ اسلئے میں اس سے جو کچھ سمجھتا ہوں اسکو ظاہر کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

امام حسین علیہ السلام کی شخصیت شیعوں کی نظر میں ایسی نہیں ہے کہ اس مقدس نام کو ترقی اور فروغ دینے کیلئے کوئی تحریک کیجائے۔ اور ایک فرد بھی اس سے اختلاف کر سکے شیعہ تو اس پیارے نام کے ایسے عاشق ہیں کہ جسکے نام پر بھیک بھی سب سے زیادہ دیتے ہیں چہ جائیکہ ایک مہذب اور مفید تحریک۔

یادگار حسینی کی تحریک بیشک اس سے پہلے کبھی کسی صورت میں اس نوعیت سے نہیں ہوئی۔ مگر اس زمانہ میں جدید تعلیم اور جدید اصول کے مطابق ایک کامیاب اور مفید تحریک ہے اسلئے اس تحریک کا نام سنتے ہی حسین کے پروانے اسپر ٹوٹ پڑے۔ اور جو کچھ کر سکتے تھے۔ وہ کر دکھایا۔

قوم نے اپنے جوش میں اسکے بقول "انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال" اس بات کی بھی پرواہ نہیں کی کہ اسکی تحریک کو دلچسپ و نیز مفید سمجھ کر اسمیں حصہ لینے کے لئے نہایت خلوص اور عقیدت کے ساتھ تیار ہے لیکن اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ اصول کو جسقدر بھی غلط اختیار کیا جائے اوسے اور ایسی تصور کرکے سر تسلیم خم کر لیا جائے۔

اس ادارہ کی طرف سے ابتک جن کاموں کا اعلان ہوا ہے وہ اکثر ناقابل عمل اور غیر مفید ہیں۔ مثلاً (۱) شیعہ میوزیم (یعنی حسینی عمارت کی تعمیر) لکھنؤ میں سیکڑوں ایسی عدیم المثال حسینی عمارتیں موجود ہیں جنکی اگر مرمت بھی کیجائے تو یہی بہترین عمل ہوگا۔ پھر نئی عمارت کو تعمیر کرکے بے سر و سامانی کیساتھ اوسے چھوڑ کر آئندہ نسلوں کیلئے کہنہ عمارات میں ایک اور اضافہ کرنا کہانتک قرین عقل ہے۔

(۲) ڈسپنسری کا قیام جسمیں دوائیں مفت تقسیم ہوں۔ ظاہر ہے کہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اسپر حکومت کے سوا کوئی عمل نہیں کر سکتا۔ اور اگر صرف لکھنؤ میں ایک دوا خانہ کھولدیا جائے تو سارے ہندوستان کو شکایت ہوگی، اور بجا ہوگی۔ اسی طرح دیگر تحریکات کا حال ہے۔ قوم کی توجہ اور مطالبہ کے باوجود ایسی کوئی تحریک آجتک نہ ہوئی جس سے تمام ہندوستان برابر مستفید ہوتا۔ البتہ کتابی تحریک ضرور ہے کہ اگر اسمیں تمام دنیا کے اہل دماغ سے مدد لیجائے تو وہ ایک یادگار چیز ہوگی۔ مگر ایسا ہوتا بھی نظر نہیں آتا۔ شہروں شہروں میں اجلاس عام ہمیشہ مفید ہوتے ہیں۔ اور اگر اسی نام کے شد و مد کے ساتھ جلسے کئے جائیں تو ضرور مفید ہوں گے۔ اور تبلیغ کی کامیابی میں بھی اضافہ ہوگا۔ دوسرے اقوام اور مذاہب کا اس تحریک میں شامل ہونا اور حصہ لینا بہر حال قابل قدر اور لائق مسرت ہے اس سے کسی شیعہ کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ جیسے حیدرآباد بمبئی کاٹھیاوار وغیرہ میں ہوا مگر اسکا یہ نتیجہ بھی نہ ہونا چاہئے کہ جو لوگ شیعوں کے کیلئے دشمن ہی نہیں بلکہ اون کے قاتل ہوں ان کو کرسی صدارت پر جگہ دیکر قوم کی نفرت کو جو اون سے ہے دھو دیا جائے۔ اور اسپر قوم کو پھر اعتبار دیا جائے تاکہ وہ پھر اسی طرح دھوکہ کھا سکے۔ جیسے اس سے پہلے وہ دھوکے کھا رہی تھی۔

کیا شک ہے کہ شیعیان ہند کے بچہ بچہ کو کانگریس سے نفرت ہے اور یقیناً کانگریس شیعوں کی قاتل ہے۔ ہندوستان کے اکثر صوبوں کے شیعہ جمہور کانگریس کے مخالف ہیں۔ [illegible] اسی سال میں شیعہ پولٹیکل کانفرنس نے فیض آباد کے جلسوں میں شیعوں کو کانگریس کے حوالہ کر دیا۔ اسکے بعد اگر یادگار حسینی کے جلسوں کی صدارت بھی کانگریس کے حوالہ ہو جائے تو گویا مرکز شیعیت یعنی لکھنؤ میں ایسا ہونے سے گویا جمہور شیعہ کا اعتماد کانگریس پر ثابت ہو جائے گا۔

حالانکہ کانگریس کے علاوہ اہل ہنود اور اہلسنت میں بڑی سے بڑی قابل ہستیاں موجود ہیں۔ اگر انھیں صدارت کا موقع دیا جائے تو کسی کو بھی اختلاف نہیں ہو سکتا۔ یہ کہنا کہ نام حسین پر جو جماعت یا فرد بھی ہمارا ساتھ دے ہمیں موقع دینا چاہئے غلط ہے۔ کیا اگر واقعات کربلا کے بعد اقوام عالم کا کوئی جلسہ عام ہوتا اور انتخاب صدارت امام زین العابدین علیہ السلام کے حوالہ ہوتا تو کیا آنحضرت وہ نام پیش کر سکتے تو آج بھی شیعہ کانگریس کی کسی فرد کو منظور نہیں کر سکتے تھے۔

شاید اسی لئے حال میں لکھنؤ میں ایک جلسہ عام [illegible] طے کیا گیا کہ یادگار حسینی کے جلسوں کی صدارت کانگریس کے دیوتاؤں کو دینا خلاف غیرت و حمیت و خودداری ہے۔

بقیہ مضمون صفحہ ۱۷ سے

غالباً اسی قرارداد کو مولانا حکیم سید اقبال رضا صاحب قبلہ نے بہ وجوہ سے غسل بعیر کر کے بمقتضائے "مرگ انبوہ جشنی دارد"۔ انکے وجوہ کی پرواہ نہ کرسکے۔ اوسے ردی کی ٹوکری میں ڈال دینا انصاف کا خون ہے۔ مجھے امید ہے کہ مذکورہ اخبارات اس طرف توجہ کریں گے اور غور کرکے اپنی عاقلانہ اور پر مغز ایڈیٹوں کو اپنے اخبارات میں جگہ دیں گے۔

چونکہ بعض قومی اخبارات مثل سرفراز کے ایسے مضامین شائع کرنے سے اپنی ذاتی مصالح سے تیار نہیں ہیں، اب اگر آتی شیعہ اخبارات بھی غور سے کام نہ لیں گے تو انصاف اور غیرت داری کا خون ہوگا۔ قوم کی دلی تمنا ہے کہ یادگار حسینی بہترین طریق پر منائی جائے مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی چاہتی ہے کہ ذاتی اغراض کے ماتحت قوم و مذہب کی غیرت او عزت ذبح نہ ہونے پائے اور انجام بینی سے کام لیا جائے۔ اور اسی سلسلہ میں کوئی ایسا پختہ کام کیا جائے جو قوم کی زندگی اور ترقی کا ذریعہ ہو۔

بقیہ مضمون صفحہ ۱۵ سے

۱۹۲۱ء میں مسٹر روزویلٹ اپنے ایک دوست کی کشتی پر بیٹھے ہوئے مچھلی کا شکار کھیل رہے تھے، کہ آپ کے پیروں پر فالج گرا اور آپ کئی ماہ کیلئے صاحب فراش ہوگئے چند ماہ کے بعد آپ اس قابل ہوگئے کہ بغل میں لکڑیاں دیکر چلتے رہے۔

اس کے بعد آپ کی سیاسی شہرت ہونے لگی اور آپ کو نیویارک کا گورنر مقرر کر دیا گیا۔ آپ نے انتظامی قابلیت اور تدبر کی وجہ سے بہت سے حامی پیدا کر لئے اور آپ کی شہرت میں اور بھی چار چاند لگ گئے۔

۱۹۳۲ء میں ڈیماکریٹک پارٹی نے آپکو صدارت کیلئے نامزد کیا، اور آپ نے اپنی ہر دلعزیزی اور محبوبیت کیوجہ سے دوسرے سال صدارت کے انتخاب میں کامیابی حاصل کرلی۔ ۱۹۳۳ء سے آجتک آپ امریکہ کے صدر ہیں اور اب تو مسلسل تیسری بار صدارت کیلئے منتخب ہو کر آپ نے امریکہ کی تاریخ میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ ابھی تک کوئی شخص تین مرتبہ امریکہ کا صدر منتخب نہیں ہوا تھا۔ اور یہ چیز مسٹر روزویلٹ کی ہر دلعزیزی کی سب سے بڑی مظہر ہے کہ انہوں نے کئی سو سالہ رسم کو توڑ کر تیسری بار امریکہ کی صدارت سنبھالی۔

بقیہ مضمون صفحہ ۱۳ سے

ہوتے ہیں اوسکی قسم سے یہ بھی حرکت ہے۔

اس اصول پر رسول خدا کا نور فرمانا بھی بالکل صحیح ہوا۔

اس نور عظمت وجلال کی آمیزش سے کائنات کا وجود ہونا فلاسفہ کے بعد سے ثابت ہوگیا۔

کسی نبی کی پیشانی اور کسیکی پشت اور کسی کے کف دست سے نور کا نکلنا یہ سب ثابت ہوگیا مصنوعات الٰہیہ میں اس قوت کا وجود اب بدیہات سے ہے اور قدرت اب تو ایسے نمونے خود پیش کر کے خدائی آیات کے جھٹلانے والوں پر مہر سکوت لگادی ہے۔ دیکھو اٹلی کی ایک عورت کے متعلق اخبارات میں یہ خبر جگہ جگہ لگ چکی ہے کہ اسکے جسم سے روشنی کی شعاعیں نکلتی ہیں وہ بیمار رہتی ہے اور اس روشنی کا اسکی خاص بیماری سے تعلق ہے۔ وہ سو رہی تھی اسکے سینہ کے سامنے روشنی کا ایک قطعہ دکھا گیا جو سانس کے ساتھ حرکت کرتا تھا۔ اسی تصویر لینے کی کوشش کی گئی مگر نہ لیجا سکی۔

سالونیکا میں ایک ڈاکیہ ہے جس کے جسم سے روشنی نکلتی ہے اندھیرے کمرے میں اسکی موجودگی سے اجالا ہوجاتا ہے۔

ایک طالب علم کی یہ حالت تھی کہ جب وہ بجلی کا قمقمہ ہاتھ میں لے رگڑتا تو قمقمہ جل اٹھتا تھا۔ ایک اور شخص اٹلی میں ایسا تھا کہ جب وہ بیمار ہوتا روشنی کی شعاعیں خارج کرتا۔ یہ وہ صورتیں ہیں جو بلا اختیار روشنی کی شعاعیں خارج اور مرض کے تحت میں ان خواص کا ظہور ہوتا ہے لیکن اولیاء اور رسل باختیار خود یہ نور افشانی کرتے تھے۔

جب نور رسول و ذریت رسول شریک خلقت کائنات ہے اور محیط کل ہے۔ اسکا لازم یہ ہے کہ۔

(۱) تمام موجودات کے حقائق سے یہ حضرات واقف و مطلع ہوں

(۲) ہر شے سے افضلیت رکھتے ہوں۔

(۳) ہر شے پر غالب و متصرف ہوں۔

(۴) ہر شے انکی مطیع ہو۔

(۵) ہر شے انکے تاثیر سے متاثر ہو۔

حسین مظلوم کی شہادت کا اثر زمین و آسمان پر سورج وچاند پر ہوا اور فضا پر دریا وجبال پر جس کو مورخین ومحدثین نے لکھا ہے۔ ناقابل انکار ہوگا۔ اور اسکا فلسفہ یہی ہوگا کہ اصل میں جو تغیرات ہوئے اون کے اجزا جہاں جہاں اور جس جس چیز میں شامل ہیں وہ بھی متاثر ہوں گے، اور انقلاب عالم کا باعث ہو جائیں گے۔

بقیہ صفحہ ۹ سے

جنہوں نے دین الٰہی کی بدعت اور شیطنت کو قبول کر لیا تھا، آج الفیس کی اولاد کا ایک ممتاز فرد ہندوستان میں قومیت متحدہ کے خواب پریشاں کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے داعی اور ساعی ہے ع

چیست یاراں طریقت بعد ازیں تدبیر ما

ایک طویل عرصہ کے تجربہ نے ہم پر یہ پوری طرح واضح کر دیا ہے کہ ہمارے باعزت زندہ رہنے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے کہ ہم اپنی علیحدہ دنیا بسائیں یعنی ان علاقوں کو جو ہمیشہ ہندوستان سے الگ رہے ہیں پھر علیحدہ کرلیں کسی نصب العین کا تعین گو اپنی ذات میں ایک اہم شے ہے لیکن دنیا کا کوئی مقصد موثر جدوجہد کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔

(رضاکار لاہور)

Regd. N. B-4663

HUSEINI PAYGHAM WEEKLY.

BOMBAY.
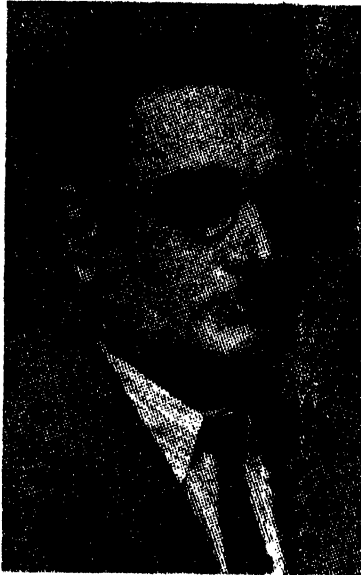
مسلم لیگ کے مشہور لیڈر عالیجناب
چندریگر صاحب جنکی کوششوں سے
بمبئی میں حسین ڈے کامیاب ہوا

یوم الحسین کمیٹی کے سرپرست
بمبئی کے مشہور لیڈر سیٹھ
گوردھن داس مورار جی صاحب

Edited, Published & Printed by Syed Muzaffar Hasan Naqvi from Sultani Litho & Printing Press, Bhindi Bazar, Bombay, 3.

Regd. N

HUSEINI PAYGHAM

ایڈیٹر مظفر حسن نقوی
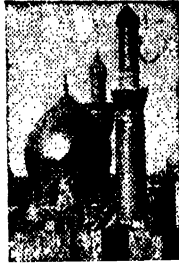
حسینی پیغام ویکلی

WEEKLY

Editor: —SYED MUZAFFAR HASAN NAQVI.

Vol. 1	BOMBAY, Friday, 31st JULY, 1942.	No. 27

حیدرآباد کے ہردلعزیز ناظم مسٹر مہر علی صاحب فاضل مرحوم
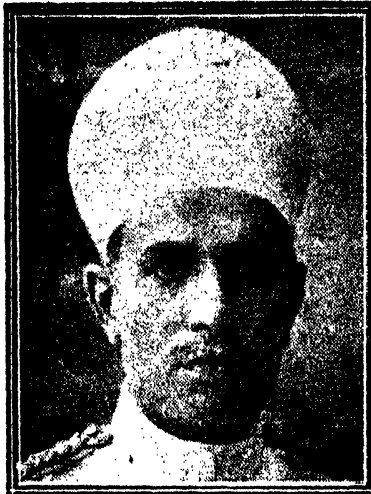
ناظم آرائش بلدہ و بلدیہ حیدرآباد دکن

جنہوں نے ۲۲ جولائی کو داعی اجل کو لبیک کہا

انا للہ وانا الیہ راجعون

یادگار سیزدہ صد سالہ یادگار حسینی سنہ ۱۳۶۱ ہجری

ایڈیٹر
سید مظفر حسن نقوی

حسینی پیغام بمبئی
ہفتہ وار

چندہ
سالانہ .... صہ ر
ششماہی .... ۱۲ ع ر
فی پرچہ .... ۱ ر

جلد (۱) ۔ بمبئی یوم جمعہ مورخہ ۳۰ جولائی سنہ ۱۹۴۲ عیسوی ۔ مطابق ۲۵ رجمادی الآخر سنہ ۱۳۶۱ھ ۔ نمبر (۲۷)

بانگِ رحیل

از جناب انتظار انصاری ڈبائیوی

مشرق جاگا مغرب جاگا جاگا سب سنسار
خواب سے ہو بیدار
تو بھی اب اے مرد مومن خواب سے ہو بیدار
او مرد جرار!

تیری ہوائیں، تیری فضائیں تیرے سب افلاک
خواب سے ہو بیدار
دریا تیرے جنگل تیرے تیرے سب کہسار
او مرد جرار

چھوڑ چمن کو کوہ و دمن کو ہو گرم پرواز
خواب سے ہو بیدار
تو ہے شاہیں تیری فطرت مسکن سے بیزار
او مرد جرار

جینا مرنا کھیل ہے تیرا بزم تیری جنگاہ
خواب سے ہو بیدار
نغموں کا پیغام تجھے ہے تیغوں کی جھنکار
او مرد جرار

خیبر، خندق، بدر، احد اور کربل کا میدان
خواب سے ہو بیدار
تیری تیغ کی جھنکاروں سے گونجتے ہیں یکبار
او مرد جرار

آندھی آئی بجلی چمکی اٹھا ہے طوفان
خواب سے ہو بیدار
خیر نشیمن کی ہو تیرے، جلدی ہوشیار
او مرد جرار

جنگ کے شعلے رقص میں ہیں چنگھاڑتا ہے طاغوت
خواب سے ہو بیدار
قرنا ہے یہ گونج کے کہتی جنگ کو ہو تیار
او مرد جرار

ساز میں تیرے راگ ہیں پنہاں لرزاں ہیں سب تار
خواب سے ہو بیدار
نغمہ ایسا چھیڑ کہ عالم سارا ہو سرشار
او مرد جرار

هفته وار حسینی پیغام بمبئی

جمعہ ۳۱ جولائی سنہ ۱۹۴۲ء

جلد ۱ | نمبر ۳

حکومت سنے!

جیمس گنس کی رسوائے عالم تاریخ کے متعلق ہم بھی اور دوسرے مسلمان اخبارات بھی کافی لکھ چکے ہیں۔ انجمن خدام القرآن نے اسی سلسلہ میں مولوی فضل اللہ صاحب ممبر مجلس علماء پراونشل مسلم لیگ کی زیر صدارت ایک عام جلسہ بھی منعقد کیا تھا جس میں حکومت سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ اس تاریخ کو نصاب سے خارج کر دے مگر ہمیں تعجب ہے کہ ابھی تک حکومت نے اس سلسلہ میں کوئی اقدام نہیں کیا، اور یہ اسلام آزار کتاب شل سابق اسکولوں میں پڑھائی جارہی ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ حکومت کے سامنے اسوقت بہت سے اہم مسائل ہیں جنکی طرف اسکی توجہ بٹی ہوئی ہے مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فراموش نہ کرنا چاہئے کہ ہم نے حکومت کے سامنے جو مسئلہ پیش کیا ہے وہ بھی کافی اہمیت کا مالک ہے اور اسے ثانوی حیثیت دیکر نظرانداز کرنا ایک سخت غلطی ہے۔ اس کتاب کے خلاف مسلمانوں میں جذبہ پھیل چکا ہے اسلئے حکومت کا فرض ہے کہ وہ یا تو اس کتاب کو نصاب سے خارج کر دے اور یا پھر کم از کم اس باب کو حذف کرا دے جس میں تاجدار مدینہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات کے متعلق غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے کیونکہ اس کے بغیر مسلمانوں کا وہ ہیجان جو اس کتاب کے متعلق پھیلا ہوا ہے کسی طرح ختم نہیں ہو سکتا۔

ہم اس نازک موقع پر جب جنگ ہندوستان کے دروازہ پر موجود ہے۔ ہر گز یہ پسند نہیں کرتے کہ مسلمانوں میں کسی قسم کا ہیجان پیدا ہو۔ وہ مشتعل ہو کر کسی قسم کا احتجاج کریں مگر اسکے یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ ہم حکومت کو اس کے فرائض سے آگاہ نہ کریں، اور محکمہ تعلیم کو ایک غلطی کی طرف متوجہ نہ کریں۔ ہمارے خیال میں حکومت کے ساتھ اس وقت دوستی اسی میں ہے کہ اسکو غلطیوں کی طرف متوجہ کیا جائے۔ تاکہ ان غلطیوں سے خراب اثرات سے عوام اور حکومت کے درمیان اسوقت جس حقیقی تعاون کی ضرورت ہے وہ برباد نہ ہونے پائے۔

محکمہ تعلیم نے جیمس گنس کی مہمل اور بے ہودہ کتاب کو نصاب میں داخل کر کے ایک خطرناک غلطی کی ہے، مسلمان اس غلطی کے اثرات سے مشتعل ہو رہے ہیں اسلئے محکمہ تعلیم کا فرض ہے کہ وہ اپنی غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے اب اس کتاب کو نصاب سے خارج کر دے۔ جیمس گنس کی حمایت میں یہ دلیل پیش کیجاتی ہے کہ یہ کتاب کئی سال سے بمبئی کے اسکولوں میں پڑھائی جارہی ہے۔ اور ابھی تک اسکے خلاف کبھی کوئی آواز بلند نہیں ہوئی ——— مگر غلطی کو محض اسلئے تو جائز نہیں سمجھا جا سکتا کہ وہ بہت عرصہ سے کی جاتی رہی ہے، اور پہلے اس پر کوئی ٹوکنے والا نہ تھا۔

بات اصل میں یہ ہے کہ مسلمانوں کو محکمہ تعلیم پر اعتماد تھا اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہ محکمہ کوئی ایسی چیز نصاب میں شامل نہ کریگا جس سے مذہب اسلام یا پیغمبر اسلام کی توہین ہوتی ہو۔ اسی اعتماد کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے منظور شدہ کتابوں کی کبھی چھان بین نہیں کی، اور یہ کتاب پڑھائی جاتی رہی۔ مگر کچھ دن ہوئے جب اسی کتاب پر بمبئی کے نامور تاجر اور انجمن خدام القرآن کے رکن اعلیٰ سیٹھ رجب علی صاحب۔ پی ابراہیم کی نگاہ پڑی۔ موصوف ایک جوشیلے مسلمان ہیں۔ اور مذہبی امور میں خاص شغف رکھتے ہیں رسول اکرم کی شان میں گستاخیاں ملاحظہ فرمانے کے بعد آپکے صبر کا پیمانہ چھلک اٹھا۔ اور آپ نے انجمن خدام القرآن، نیز مسلم لیگ کو اس مسئلہ کی طرف توجہ دلائی، اس سلسلہ میں چلتے ہوئے مسلمان اخبارات نے اس پر احتجاجی مقالات لکھے مگر اب معلوم ہوتا ہے کہ حکومت ابھی تک مسلمانوں کے جذبات کی قدر نہ کرتے ہوئے اس کتاب کے نصاب سے اخراج پر آمادہ نہیں ہوئی ہے۔

ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حاجی رجب علی صاحب۔ پی ابراہیم اس سلسلہ میں بعض انتہا پسندانہ اقدام حکومت سے اپنا جائز مطالبہ تسلیم کرانے کے لئے اٹھانے پر تیار ہیں ——— رسول اکرم سے عقیدت رکھنے والے تمام مسلمان انکا ساتھ دینگے مگر ہم ان کو بھی یہی مشورہ دیں گے کہ وہ سنتیہ گرہ یا جن اسکولوں میں یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے ان کے بائیکاٹ وغیرہ سے پرہیز کریں۔ تاکہ حکومت کی پریشانیوں میں اضافہ نہ ہو۔ بلکہ آئینی طریقوں سے محکمہ تعلیم کو یہ کتاب خارج کر دینے پر مجبور کریں ——— اگر محکمہ تعلیم نے اسپر بھی اعتنا، نہ کی تو مسلمان رسول کی عزت کے لئے سب کچھ قربان کر دینے سے کبھی دریغ نہ کریں گے۔

حسینی منبر

میں دنیا کے سب سے بڑے انقلابی رہنما حسین بن علی کی ذات مبارک کے متعلق انقلاب پسند نوجوانوں کے آتشیں مقالات ملاحظہ کیجئے ابتک جو مضامین موصول ہوئے ہیں ان میں سے چند کے عنوان ملاحظہ ہوں۔ "پروردگار انقلاب" ——— از حضرت دکھی پریم نگری ——— "باغی رہنما" از۔ ذاکر حسین فاروقی ——— "نعرہ انقلاب" از انتصار انصاری ———

ان کے علاوہ ملک کے دوسرے نوجوان ادیبوں کے وہ مضامین ملاحظہ کیجئے جو حقیقی حسینیت کے علمبردار ہوں گے۔ اس نمبر میں شاعر اعظم حضرت آرزو کا وہ معرکتہ الآرا قصیدہ بھی ملاحظہ کیجئے جو تاریخ ادب میں اپنا آپ نظیر ہوگا۔

شذرات

ذاتی ملکیت!

مدرستہ الواعظین لکھنؤ کے متعلق ہیں، یہ دیکھ کر تعجب اور افسوس ہوتا ہے کہ چند غرض مند حضرات نے مخالفانہ روش اختیار کر رکھی ہے اور اس طرح مدرسہ کے خلاف پروپیگنڈہ کر رہے ہیں جس سے اس قومی ادارہ کو سخت نقصان پہونچ جانے کا احتمال ہے۔ ـــ

ہم یہ مانتے ہیں کہ مدرستہ الواعظین کے انتظام میں خرابیاں ہیں اور ان کی اصلاح ضروری ہے مگر اعتراضات کی اسپرٹ تعمیری ہونا چاہئے نہ کہ تخریبی ـــــ جیسی کہ دیکھنے میں آرہی ہے!

اس سلسلہ میں ہم نے نظارہ لکھنؤ کا ایک مقالہ دیکھا جس میں مدرسہ کو ہدف ملامت بنایا گیا تھا۔ جس کو دیکھکر ہمیں سخت افسوس ہوا۔ بلاشبہ ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی قومی ادارہ چند افراد کی ملکیت بن کر رہ جائے اور نہ ہم اسکے قائل ہیں کہ قومی ادارے کا کوئی کارکن غلطیاں بھی کرے مگر اس پر محض اس لئے اعتراض نہ کیا جائے کہ وہ ایک بڑا آدمی ہے، راجہ صاحب محمود آباد ایک بڑے آدمی ہیں، دولتمند ہیں، صاحب شہرت ہیں مگر اس کے ہرگز یہ معنی نہیں ہیں کہ اگر راجہ صاحب قومی امور میں کوئی غلطی کریں تو ان پر اعتراض نہ کیا جاسکے

ہم معاصر نظارہ کو یقین دلاتے ہیں کہ اگر وہ راجہ صاحب کی کوتاہیاں جو بحیثیت متولی مدرستہ الواعظین ان سے واقع ہوئی ہوں ہمارے سامنے پیش کرے تو ہم اس احتجاج میں اس کا پورا پورا ساتھ دیں گے مگر ہم اسکو ہرگز پسند نہیں کرتے کہ راجہ صاحب پر بلاوجہ یہ اعتراض جڑدیا جائے کہ وہ ایک قومی ادارہ کو اپنی ذاتی ملکیت بنا رہے ہیں اور اس طرح "قومی ادارے کے گلے میں سرمایہ داری کا طوق ڈال رہے ہیں"

ہم مدیر نظارہ کو یقین دلاتے ہیں کہ اگر وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں دلائل پیش کریں اور وہ دلائل جائز اور صحیح ہوں تو ہم انکی تائید کریں گے مگر خواہ مخواہ الزام تراشی ہرگز اچھی چیز نہیں ہے۔

حسینی پیغام کی پالیسی سے ناظرین اچھی طرح واقف ہیں، یہ ایک ایسا پرچہ ہے جو نہ سرمایہ داروں کی دولت سے دبتا ہے اور نہ بڑے آدمیوں کے اثر سے مرعوب ہوتا ہے، اس نے حق کی خاطر کسی بڑی سے بڑی شخصیت کی بھی کبھی پروا نہ کی بلکہ قائدین قوم کو ان کی ہر غلطی پر بیباکی سے ٹوکا آج بھی وہ اپنی پالیسی پر گامزن ہے اور اگر اسے یہ معلوم ہو جائے کہ راجہ صاحب یا مدرستہ الواعظین کا کوئی کارکن اس زبردست قومی ادارے کو خراب کر رہا ہے تو ہم اسکے خلاف طوفان برپا کیے بغیر نہیں رہ سکتے مگر یہاں تو واقعہ یہ ہے کہ مدرستہ الواعظین کے خلاف مضامین چھپ رہے ہیں مگر کوئی ٹھوس الزام پیش نہیں کیا جاتا بلکہ محض مخالفانہ اور معاندانہ جذبات سے بھری ہوئی تحریریں پیش کی جاتی ہیں جن کا مقصد مدرسہ کو بدنام کرکے اس سے قوم کی دلچسپیوں کو کم کر دینے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

ہم مدرستہ الواعظین کے دوست ہیں ـــ اندھے دوست بھی نہیں جو خرابی کو بھی خوبی ہی بتلائیں ـــ بلکہ حقیقی دوست جو مدرستہ الواعظین کی ترقی اور تعمیر کے دل سے مشتاق ہیں اس لئے ہم یہ نہیں چاہتے کہ چند حضرات ذاتی مخالفتوں کی بناپر مدرسہ کو بدنام کرنا شروع کر دیں، ہم ان کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ حقیقی خرابیاں پیش کریں ہم بھی ان کو دفع کرانے میں ان کا ساتھ دیں گے ٹھوس اور تعمیری چیزیں جن سے مدرستہ الواعظین ترقی حاصل کر سکے بتلائیں جن کو عمل میں لانے کے لئے ہم بھی ان کی ہمنوائی کر سکیں۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو ہم قوم سے عرض کریں گے کہ وہ مخالفانہ تحریروں سے کوئی اثر نہ لے بلکہ اس مفید ادارے کی حسب سابق سرپرستی کرتی رہے تاکہ یہ ادارہ پھلے پھولے اور پروان چڑھے اور اسکی بدولت ملت حقہ جعفریہ کو بیش از بیش تبلیغی فوائد حاصل ہوں۔

حسینی منبر!

سید مظفر حسن صاحب اڈیٹر حسینی منبر و پیغام لکھنؤ تشریف لیگئے ہیں جہاں آپ حسینی منبر کے لئے اعلیٰ ترین مضامین اور منظومات حاصل کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ آپ کی مساعی جمیلہ کامیاب ہونگی اور آپ ایسے مضامین حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے جو اس منبر کو ایک تاریخی چیز بنا دیں گے۔

قلمی معاونین سے خصوصیت سے استدعا ... کی جاتی ہے کہ وہ اس منبر کو کامیاب بنانے میں ادارہ کی ہر ممکن ہمت افزائی فرمائیں اور اپنے مقالات جلد از جلد روانہ فرما کے ممنون فرمائیں۔

لکھنؤ میں جو حضرات مضامین یا نظمیں عنایت فرمانا چاہیں وہ سید مظفر حسین صاحب ... علامہ ہندی مدظلہ کے شریعتکدہ واقع محلہ باورچی ٹولہ میں مل لیں اور ان کو ہی اپنے جواہر افکار عنایت فرمادیں ورنہ دفتر حسینی پیغام بمبئی ۳ کے پتہ پر بھیج دیں۔

علی میجر سیور کی نظر میں

علی کے ساتھ تاریخ اسلام کا وہ یادگار شخص اٹھ گیا جو کہ بہترین اسلام کا ماننے والا اور سچا مسلمان تھا۔

(از جناب مولانا مرزا یوسف حسین صاحب قبلہ)

مولود کعبہ مسجودِ عالم ہے!

کون کہ سکتا ہے کہ خانہ کعبہ مسجود عالم نہیں ہے جس دن سے بیت اللہ کی بنیاد سطح ارضی پر رکھی گئی اس دن سے آجتک کائنات عالم کا سجدہ اس گھر کی طرف ہوتا رہا۔ آجتک ہو رہا ہے، اور ہوتا رہیگا۔

جب فرش زمین پر اس گھر کے سوا کوئی مکان نہ تھا۔ اور کعبہ کا مرواریدی مکان آسمان سے اتر کر آدم کے ہاتھوں سرزمین مکہ پر نصب کیا جا رہا تھا۔ اسوقت بھی ہزاروں ملک حضرت آدم کے ساتھ ساتھ مدتوں اسکا طواف کرتے رہے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ تک سلسلہ جاری رہا جب طوفان نوح کے زمانہ میں یہ عمارت اٹھالی گئی تو اس کا نام بیت معمور رکھا گیا۔ اور ہزاروں ملک اسوقت سے آجتک اس کا طواف کرتے رہتے ہیں، روز قیامت تک کرتے رہینگے۔

خلیل اللہ کے عہد میں جب پھر اس جگہ کی عمارت تیار ہوئی تو گو انقلابات زمانہ نے ایک عرصہ کے بعد اسے بت خانہ بنادیا تھا مگر کفار نے اس گھر کو بتوں کے واسطے اس لئے منتخب کیا تھا کہ انکے خیال میں بت اُنکے خدا تھے اور کعبہ خدا کا گھر تھا۔ لہذا پھر بھی یہی گھر مسجود رہا۔ انسانوں اور فرشتوں کا ذکر نہیں پرندوں کا آجتک یہ عالم ہے کہ بیت اللہ کی چھت پر سے نہیں پرواز کر سکتے۔ بلکہ جب اس یگانہ روزگار عمارت تک جاتے ہیں تو اسکے گرد طواف کرنے لگتے ہیں۔

عہد اسلام میں تو کھلم کھلا اس گھر کی طرف سجدہ واجب ہوگیا۔ جو شخص اس گھر کی طرف رُخ کرکے نماز نہ پڑھے اس کی نماز ہی درست نہیں ہے حجاج بیت اللہ جبتک اس گھر کا طواف نہ کریں اس وقت تک ان کا حج درست نہیں ہو سکتا۔

لہذا اس حقیقت میں شبہہ نہیں ہو سکتا کہ خانہ کعبہ ہمیشہ سے مسجود عالم ہے اور رہیگا۔ چاہے مسلمان ایک ہی اعتقاد پر قائم رہیں یا ان میں اختلافات رونما ہو جائیں۔ ایک فرقہ رہے یا تہتر فرقے بن جائیں چاہے ایک دوسرے کو کافر کہنے لگیں یا معیار خلافت گھروں میں بنائے جانے لگیں۔ چاہے زمین اسلام پر خون کا مینھ برسنے لگے۔ چاہے عدل و انصاف کی کشتیاں غرق کیجانے لگیں۔ چاہے ظلم و بیداد کی چھریاں چلنے لگیں۔ چاہے خدائے واحد کے ماننے والے رسول پاک کا دم بھرنے والے اتنے نا سمجھ بن جائیں کہ وضو میں اختلاف نمازوں کے طریقہ میں اختلاف روزے کے اوقات و حدود میں اختلاف زکوۃ کی مقدار اور مستحقین میں اختلاف خمس سے انکار جہاد سے فرار ہونے لگے مگر ان تمام اختلافوں کے باوجود قبلہ میں کبھی اختلاف نہیں ہوا۔ وہ وقت جب اسی بیت اللہ کے پردوں میں آگ لگائی جا رہی تھی۔ جب کعبہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ مسجد حرام (جہاں جوں اور کھٹمل کا مارنا حرام ہے) کے پناہ گزینوں پر تیروں کا مینھ برس رہا تھا مسلمانوں کا خون بے دردی سے بہایا جا رہا تھا۔ اس وقت بھی ہر نمازی اس کعبہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتا تھا۔ آج بھی مسلمانوں کا دوسرا نام اہل قبلہ ہے۔ اگر کوئی مسلمان بیت اللہ کے قبلہ ہونے سے انکار کردے تو اس کا نام باتفاق اہل اسلام فہرست اسلام سے خارج کردیا جائے۔ نہیں معلوم کعبہ کی مسجودیت کا اقرار کرنے پر اسقدر اصرار کیوں ہے۔ الہی اسرار کو خدا ہی بہتر جانتا ہے ممکن ہے قدرت کی مرضی یہ ہو کہ کعبہ کی وجاہت اور شرافت کو مسلمانوں کے دلوں میں اتنا راسخ کردیا جائے کہ اسلام کا بچہ بچہ کعبہ کی مسجودیت سے انکار نہ کر سکے۔ جب گھر کی شرافت مسلم ہو جائیگی اور قابل انکار نہ رہے گی تو گھر والوں کی شرافت سے انکار کرنے کی کیونکر جرأت ہو سکے گی۔

جب بیت اللہ کی ناقابل انکار خصوصیت تسلیم ہو جبکی تو جناب آنحضور ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

علی باب حطۃ من دخل منہ کان مؤمنا ومن خرج منہ کان کافرا (جامع صغیر جلد ۲ صفحہ ۵ مطبوعہ مصر علامہ جلال الدین سیوطی)

علی باب حطہ (دروازہ بخشش) ہے جو اس کے ذریعہ داخل ہوگا وہ مؤمن ہوگا۔ اور جو اس دروازہ سے نکل جائیگا وہ کافر ہوگا۔

حالانکہ باب حطہ وہ دروازہ ہے جسکے لئے قرآن مجید میں جناب رب العزت کا یہ ارشاد ہے۔

واذ قلنا ادخلوا ھذہ القریۃ فکلوا منہا حیث شئتم رغدا و ادخلوا الباب سجدا و قولوا حطۃ نغفر لکم خطایاکم و سنزید المحسنین (پ ۱)

وہ وقت یاد کرو جب ہم نے کہا کہ اس گاؤں (اریحا) میں جاؤ اور اسمیں جہاں چاہے کھاؤ (پیو) اور دروازہ پر سجدہ کرتے ہوئے اور (یا باب حطہ (بخشش) کہتے ہوئے آؤ تو ہم تمہاری خطائیں بخش دینگے اور نیکوں کی نیکی بڑھا دیں گے۔

لہذا وہ باب حطہ جیلے آگے سجدہ کرنے کا حکم تھا اس سے علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کی مثال دیکر سمجھایا ہے کہ باب حطہ کی عدم علی مرتضی بھی سجدہ تعظیمی کے قابل ہیں۔ اور انکے بغیر بخشش نہیں ہو سکتی۔ انکا باب (دروازہ) ہونا تو اس مشہور حدیث سے معلوم ہی ہو چکا ہے۔

انا مدینۃ العلم و علیؑ بابہا

میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

سید صادق علی صاحب جعفری (جرنلسٹ)

امام حسینؑ کی شان میں گستاخی

(برادرم سید صادق علی صاحب، نے گجراتی زبان کی ایک تاریخ "اتہاس درشن" کے متعلق جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے وہ انکے اور ہمارے جذبات کے مکمل آئینہ دار ہیں "کتاب کے ہندو مصنف نے امام حسین علیہ السلام کے متعلق نہایت ہی ناشائستہ الفاظ ادا کئے ہیں (جب کہ مضمون سے آپکو معلوم ہوجائیگا) جن کو پڑھ کے ہمیں نہایت ہی افسوس ہوا مگر فرقہ وارانہ مخالفتوں کی موجودہ فضا میں اس سے زیادہ توقع ہی کیا کی جاسکتی ہے!

برادرم صادق صاحب نے ایک ضروری چیز کی طرف قوم کو متوجہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ امام علیہ السلام کی سوانح حیات ہندوستان کی تمام زبانوں میں شایع کی جائیں اور انکو محض مسلمانوں میں محدود رکھنے کے بجائے دوسری اقوام میں پھیلایا جائے۔ یہ ایک نہایت ہی ضروری چیز ہے کاشکہ ارباب ملت اسکی طرف غور کریں

"یوم الحسین کمیٹی بمبئی" کے متعلق صادق صاحب نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس سے ذاتی طور پر مجھے اتفاق نہیں ہے اسلئے کہ میں اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ کمیٹی مذکور حسینیت کی ترویج میں بردست طریقہ پر حصہ لے رہی ہے اور اس نے غیر مسلموں میں حسینیؑ کا پیغام پہونچانے کیلئے ہی حسینی جلسوں کا سالانہ پروگرام وضع کیا ہے، اس کمیٹی نے اس سال جو خوبصورت کتاب انگریزی زبان میں امام ہمام کے متعلق شائع کی ہے وہ کمیٹی کی مساعی کی کھلی ہوئی دلیل ہے یہ کتاب غیر مسلمین میں امام علیہ السلام کی سیرت مبارکہ سے گہری عقیدت پیدا کرادیگی۔

بہرحال چونکہ ہمکو معلوم ہے کہ صادق صاحب نے محض دوستانہ انداز میں کمیٹی کو مشورہ دیا ہے اسلئے ہمکو امید ہے کہ کمیٹی ان کے مشورے سے اثر لیتے ہوئے گجراتی اور مرہٹی زبانوں میں آئندہ سال علی حسینی لٹریچر شائع کرکے صادق صاحب کی امیدوں کو ضرور پورا کردیگی اور ساتھ ہی ساتھ کمیٹی کے اراکین یہ کوشش بھی کریں گے کہ "دھوم کیتو" سے قابل اعتراض حصہ کو حذف کرادیں تاکہ دوسری اقوام میں امام کے متعلق غلط فہمیاں نہ پھیل سکیں —————— (مدیر)

گجرات کے مشہور ناول نویس "دھوم کیتو" نے حال ہی میں "اتہاس درشن" (آئینہ تاریخ) کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اسمیں اسلامی تاریخ کو جس مسخ صورت میں پیش کیا گیا ہے وہ بہت ہی غلط اور افسوسناک ہے پوری اسلامی تاریخ میں مصنف مذکور کو صرف سید الشہداء امام حسینؑ کا واقعہ ہی ایسا نظر آیا جسکا انھوں نے اپنی تصنیف میں تذکرہ کرنا مناسب خیال کیا

مگر امام عالی مقام کی زندگی کے واقعات میں سے بھی صرف واقعہ کربلا پر انھوں نے قلم اُٹھایا ہے۔

اس تصنیف کے مطالعہ کے بعد اسلامی تاریخ سے ہندوؤں کی لاعلمی اور جہالت کا بخوبی پتہ چل جاتا ہے اور اسبات کا ثبوت مل جاتا ہے کہ ایک ہزار سال تک مسلمانوں کے ساتھ رہنے سہنے اور بود و باش اختیار کرنیکے باوجود ہندوستان کے ہندو عوام تو درکنار بڑے بڑے عالم و فاضل ورخواندہ بھی اسلامی تاریخ سے کسقدر ناواقف اور لاعلم ہیں۔

اب وقت آپہنچا ہے کہ اس قسم کی زہریلی تصنیفات کی اشاعت کے سلسلہ کو یکلخت بند کردیا جائے۔ تاکہ اس ملک کی دو بڑی قوموں کے درمیان منافرت اور اختلافات کی جو خلیج حائل ہے وہ اور زیادہ وسیع نہ ہو

اس سلسلہ میں ہم "یوم حسین" کمیٹی کو بھی اسطرف متوجہ کرنا اپنا فرض منصبی خیال کرتے ہیں کہ وہ غلط طریقہ سے روپیہ برباد کرنے اور بیجا نام و نمود کی خاطر اپنی دولت لٹانیکے بجائے اس شہید اعظم کی مختصر سوانحعمری مختلف زبانوں میں شائع کرکے ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلائے۔ گجرات کے علاقہ میں خصوصیت کیساتھ اسکی سخت ضرورت ہے۔

"دھوم کیتو" کے معنی دمدار ستارہ کے ہیں! اسکے متعلق عام طور پر یہ مشہور ہے کہ جب یہ نظر آتا ہے تو اسکے بعد ضرور کوئی نہ کوئی حادثہ پیش آتا ہے۔ آسمانی دمدار ستارہ کی طرح گجراتی ادب کے اس دمدار ستارہ نے بھی "آئینہ تاریخ" کے صفحات پر نمودار ہوکر اپنی اصلیت اور حقیقت کی برہنہ تصویر پیش کی ہے جس ادب کو ایسے ایسے سرپرستوں کی سرپرستی کا فخر حاصل ہو اسکا اور اس ادب نواز قوم کا اللہ ہی حافظ ہے مصنف مذکور کتاب کے نام کی مناسبت سے تہذیب اور اخلاق سے اتنے کورے معلوم ہوتے ہیں کہ اُن سے صحیح باتوں کی توقع۔ کھنا تحصیل حاصل ہے شہید اعظم امام... عالیمقام حضرت امام حسینؑ جو پیغمبرؐ اسلام کی صاحبزادی کے فرزند دلبند تھے دنیا کے ۸۰ کروڑ مسلمان جنھیں اپنا محبوب مذہبی رہنما تصور کرتے ہیں جنکی شہادت نے اسلام کے تن مردہ میں تازہ روح پھونک کر مسیحائی کا کام کیا۔ ہر سال دنیا کے گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ پر جنکی یادگار منائی جاتی ہے جنکی گوناگوں صفات کی حامل زندگی کی یاد سے مردہ دلوں کو حیات نو حاصل ہوتی ہے دنیا والے جنکے بنائے ہوئے راستہ پر گامزن ہونا اپنے لئے سعادت دارین خیال کرتے ہیں۔ بقیہ صفحہ ۱۵
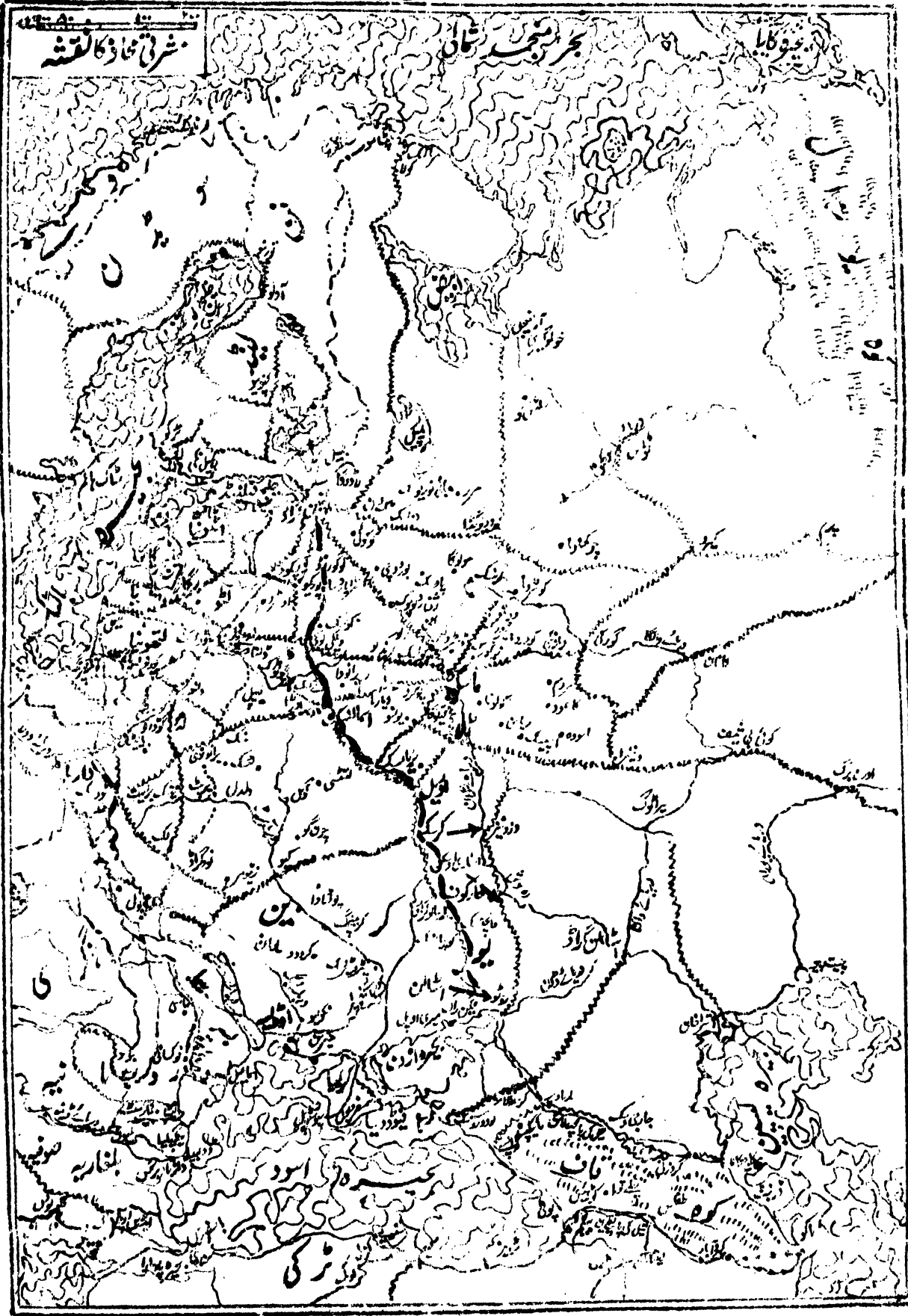
مشرقی محاذ کا نقشہ
بحر منجمد شمالی
بحیرہ اسود
ترکی

وی۔پی

جن حضرات کو حسینی پیغام بطور نمونہ روانہ ہو رہا ہے انکی خدمت میں اس ہفتہ پوسٹ کارڈ بذریعہ وی۔پی روانہ کئے جارہے ہیں انکو وصول فرماکر اپنے قومی پرچہ کی ہمت افزائی کیجئے۔ منیجر

آئندہ ہفتہ!

"حسینی پیغام" شائع نہ ہوگا اس لئے کہ دفتر "حسین نمبر" کی تیاریوں میں مصروف رہے گا۔ موجودہ پرچہ کے بعد آپکے ہاتھوں میں "حسین نمبر" پہونچے گا۔ منیجر

علی ابو موسیٰ اشعری کی نظر میں

عمر عاص سے تحکیم کے وقت ابو موسیٰ نے کہا تھا کہ دین کا شرف علی سے ہے۔
تاریخ واقدی و تذکرہ خواص الامۃ

مسٹر مہر علی فاضل کا انتقال پُر ملال

ہمیں یہ معلوم کرکے سخت ملال ہوا کہ مسٹر مہر علی فاضل ناظم آرائش بلدیہ حیدرآباد نے بہت ہی مختصر علالت کے بعد ۲۷ جولائی کو انتقال کیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کو اپنی کارروائی کی بنا پر وظیفہ کے بعد بھی آرائش بلدیہ کی نظامت پر مامور کیا گیا اور اب بلدیہ کی نظامت کا منفرد کام بھی آپ کے سپرد کیا گیا تھا۔ آپ کو جیلانیوں کے نازک دور میں ایک ذمہ دار کا کام انجام دینا پڑا تھا جس میں بڑی گہری نظر سے یہ دیکھا جارہا ہے کہ کوئی ہندوؤں کے ساتھ کیسا سلوک کرتا ہے اور مسلمانوں کے ساتھ کیسا اور اس مبالغہ آمیز خدشہ کے تحت اکثر حکام میں یہ عیب نکال ہی لیا جاتا ہے کہ وہ ہندوؤں کے لئے کام کررہا ہے اور فلاں مسلمان کے لئے۔ مرحوم کی بڑی خوبی یہ تھی کہ ایسی تیز نظر بھی کسی کو یہ نہ بتا سکی کہ وہ کس کے لئے کام کررہے ہیں اور یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ صرف اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔

اس دنیا کی زندگی ختم ہونے ہی کے لئے ہے مگر موت نیک نامی ہی کی اچھی اور وہ نیک نام گزر گئے خدا آپ کو اجر خیر سے نوازے اور آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

روز انتقال شام کو بذریعہ ٹیلیفون مرحوم مہر علی فاضل صاحب کے انتقال کی خبر بمبئی میں پہنچی چنانچہ دستور کے مطابق صف بچھائی گئی۔ اور سینکڑوں آدمیوں نے مرحوم کے سمدھی جناب حاجی داؤد حاجی ناصر صاحب کی خدمت میں اظہار تعزیت پیش کیا۔ بتاریخ ۲۳ جولائی سب کو ۸ بجے اور ۲۴ جولائی صبح کو ۹ بجے خوجہ شیعہ اثنا عشری مسجد بمبئی میں فاتحہ خانی کی مجالس منعقد ہوئیں جن میں تلاوت کلام پاک کے بعد جناب مولانا سید عاشق حسین صاحب قبلہ صدر الافاضل نے فضائل و مصائب ائمہ علیہ السلام بیاں کیئے ادارہ حسینی پیغام مرحوم کے پس ماندگان سے اظہار ہمدردی کرتا ہے اور دعا کرتا ہے۔ کہ خداوند عالم مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے۔

ضرورت رشتہ

دو مشہور نوجوان آزاد خیال اعلیٰ تعلیم یافتہ وجیہہ عالی نسب اور برسر روزگار اہل قلم انشا پردازوں کے لئے دو نوجوان تعلیم یافتہ دوشیزاؤں کی ضرورت ہے۔
ذات پات اور فرقہ کی کوئی قید نہیں
عقد خالص شرعی رسوم پر ہوگا
متعلقہ شرائط خط و کتابت سے طے کیجئے۔
پتہ! د۔ ف۔ معرفت حسینی پیغام ہفتہ وار بمبئی ۳

لکھنؤ میں ہمارے ایجنٹ

سید شوکت حسین
اسٹیشنری مارٹ اکبر بلڈنگ وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

سید مظفر حسن نقوی، ایڈیٹر
پرنٹر۔ پبلشر۔ نے سلطانی فائن آرٹ لیتھو اینڈ پرنٹنگ پریس بھنڈی بازار سے چھپوا کر شائع کیا۔

دی اثنا عشری فیڈریشن کی طرف سے

مرحوم علم عرفان کی ایسی شمع تھے جس ک

اثنا عشری فیڈریشن بمبئی کی طرف سے آقائے ناصر الملتہ مرحوم کے انتقال پر شیعیان بمبئی کا ایک عام تعزیتی جلسہ مسافر خانہ حاجی دیوجی جمال میں خا
فیڈریشن نے تحریک صدارت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس جلسہ کی صدارت فخر قوم حاجی داؤد حاجی ناصر صاحب جے پی آنریری مجسٹریٹ فرمانے والے تھے
لئے سیں خان بہادر صاحب کی صدارت کی تحریک کرتا ہوں۔ اسکے بعد سید محمد سلمہ نے تلاوت کلام پاک کی جس کے بعد محمد نواز خان صاحب چیمبر
جناب مولانا عاشق عباس صاحب قبلہ نے ایک زبردست تقریر میں سرکار مرحوم کے علمی مشاغل آپکے زہد و تقویٰ اور آپ کی ہمہ گیر شخصیت پر
مصر، عراق اور ایران میں بھی ملنا مشکل ہے۔ سرکار مرحوم کے علم کی کیفیت یہ تھی کہ بڑے بڑے عالم خاص مسائل میں سرکار ہی سے رجوع کرتے تھے اور
ان کے یہاں نہیں گئے اور حضور نظام نے خود شریعتکدہ پر جاکر آپ سے ملاقات کی۔
سرکار مرحوم کا یہ معمول تھا کہ آپ روزانہ صبح دس بجے سے لیکر شام کو چار بجے تک کتب خانہ میں مصروف مطالعہ رہتے تھے چنانچہ آپ نے بے شما
تھیں جنکی وفات ملک اور قوم کیلئے انتہائی صدمہ کا باعث ہوا کرتی ہے۔ ناصر الملتہ کی وفات ایسا ہی ایک المناک سانحہ ہے جس نے پوری ملت شیعہ کو ہی نہیں
ذاکر حسین صاحب فاروقی بی۔ اے نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ تاریخ چار انسانوں کو یاد رکھتی ہے۔ سب سے پہلے تو وہ شاہان الوالعزم کا تذکرہ کرتی
علماء ہیں جنھوں نے علم کے دریا بہائے مگر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بادشاہوں نے محض اپنی شان بڑھانے کے لئے لاکھوں انسانوں کو اپنا
اور ممالک کو تاراج کرڈالا، موجدین نے جہاں مفید ایجادیں کیں وہیں زہریلی گیسیں، تباہ کن ہتھیار اور انسانیت کو تباہ کرنے والی چیزیں بھی بنا
ناصر الملتہ ایک عالم جلیل تھے جن کے علم کی ضیا باریوں نے پوری شیعی دنیا کو منور کر رکھا تھا، شریعتکدہ ناصری سے علم و عرفان کے دہ
آج ایمان اشکبار رہے اور مذہب سوگوار اس لئے کہ ملت جعفریہ کا رکن اعظم اٹھ گیا، قوم شیعہ کا سب سے مقتدر رہنما اور اسلام کا سب سے جلیل ا
باقی رہیگی اور ہم انکی زندگی سے ہمیشہ سبق لیتے رہیں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد
ناصر الملتہ کا دل عشق الٰہی سے زندہ تھا اسلئے تاریخ کے صفحات پر انکی زندگی کو دوام حقیقی حاصل رہیگا۔ مولوی رضا لقمان صاحب نے
ترقی و اشاعت تھا اس لئے اگر ہم مرحوم سے حقیقی عقیدت رکھتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم علم حاصل کرنے میں وہی شغف ظاہر کریں جو ناصر الملتہ نے ظا
اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں علم اور دین کی ترقی سے ناصر الملتہ کی روح کو شاد اور ان کے مقصد حیات کو سربلند کرنا چاہئے۔ آقائے سرکار محمد حسن صاحب نجفی
ناصر الملتہ کی اس سے بڑھکر اور کوئی یادگار نہیں ہوسکتی کہ ہم علم حاصل کریں اور دین کی حقیقی پابندی کریں۔
آخر میں جناب صدر نے ایک بلیغ تقریر فرمائی اور سرکار ناصر الملتہ کے حالات بیان فرمائے آپنے بتلایا کہ بیس سال ہوئے جب میں لکھنؤ گیا تھا تاکہ حض
آپ نے حاضری کا مقصد پوچھا، میں نے عرض کیا کہ بچپن میں چار درویش کا قصہ پڑھا تھا، لکھنؤ آیا تو حقیقی معنوں میں چار درویش سے ملاقات ہوئی چار
شیعیان بمبئی کا یہ جلسہ عام حضرت ناصر الملت والدین مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ مجتہد اعظم کی وفات حسرت آیات پر اپنے دلی
جاتا تھا۔ آپکی جلالت علمی آپکے زہد و تقویٰ آپکے وسیع اخلاق اور بلند خصائل آپکی فراخدلی و رواداری نے آپکی مقدس ذات کو وہ ہمہ گیر محبوبیت اور ہر دلعزیزی عطا کر
تصور کرتے تھے عام مسلمانوں میں بھی آپکی شخصیت اسیطرح مسلم تھی جسطرح شیعوں میں سرکار مرحوم کی ذات اس قدر ایثار پسند اور محب قوم تھی کہ جبکسی نے مسلما
ایک ناقابل تلافی صدمہ اور علمی حلقوں کو ایک بے پناہ نقصان پہونچا ہے شیعیان بمبئی کو اس دلگداز خبر سے جو صدمہ پہونچا ہے وہ ناقابل بیان ہے ہم اس صدمہ جانکاہ
دعا ہیں کہ وہ مرحوم کو اعلی علیین میں جگہ دے،، اس تجویز کو آنسوؤں اور آہوں میں منظور کرلیا گیا اسکے بعد جناب عبدالحسین صاحب تھارانی صدر اجتماع
سید ابو محمد صاحب جناب احمد بھائی صاحب،، جناب سید محمد عقیل صاحب جناب حکیم کلب حسین صاحب اور دوسرے مشاہیر بمبئی شامل تھے۔

ت ناصر الملتہ طاب ثراہ کے انتقال پر ملال پر جلسہ تعزیت

یا باریوں سے ایوان ملت روشن رہا کرتا تھا

احمد چاند والی صدارت میں منعقد ہوا ، مسافر خانہ کا پورا ہال مومنین سے بھرا ہوا تھا ۔ جلسہ ٹھیک ۹½ بجے شب کو شروع ہوا جناب سید ابو محمد صاحب سکریٹری اثنا عشری
اچانک غمناک سانحہ کی وجہ سے آپ کو حیدر آباد جانا پڑا چنانچہ موصوف نے خود ہی اپنی جگہ خان بہادر احمد چاند و صاحب کو صدارت کے لئے نامزد فرمایا تھا ۔ اس
نظم پڑھی جس میں مرحوم ناصر الملتہ کی ذات سے گہری عقیدت اور وابستگی کا اظہار کیا گیا تھا ۔
والی آپ نے فرمایا کہ سرکار مرحوم کی زندگی علمی مجاہدہ کے لئے ہمیشہ وقف رہی چنانچہ عبقات الانوار کی وہ مجلدات آپ نے مرتب کیں جن کا نظیر ہندوستان تو کیا
چند لمحوں میں ان مشکل مسائل کو حل کر دیتے تھے ، سرکار مرحوم کی قناعت توکل اور استغنار کا یہ عالم تھا کہ آپ والیان ملک کے طلب کرنے پر بھی

میں بھی جمع کیں اور آج علوم مشرقیہ کا جیسا کتب خانہ آپکا ہے ویسا ہندوستان میں مشکل سے ملے گا ۔ موت کا آہنی چنگل کسی کو نہیں چھوڑتا مگر بعض انسان ایسے
علامیاں عالم اور تمام علمی حلقوں کو غم کے گرداب میں ڈال دیا ہے ۔
نھوں نے دنیا کے لاکھوں انسانوں پر حکومت کی دوسرے فاتحین ہیں جنکی تلوار کا دنیا نے لوہا مانا تیسرے موجدین ہیں جنکی حکمت نے دنیا کو مستفید کیا اور جو تھے
یا ، اپنی حکومتیں باقی رکھنے کے لئے ظلم کئے اور اپنی عیاشیوں کے لئے خزانے برباد کئے ، فاتحین نے خون کی ندیاں بہائیں ، ہزاروں انسانوں کو قتل کیا اور
علماء نے دنیا کو تہذیب سکھائی ، انسانیت سکھائی ، تمدن سکھایا اور انسان کو علم کے فیض سے انسان بنا دیا ۔
ہوتے تھے جن سے تمام شیعیان ہند مستفید ہوتے تھے ، آپ علم کی ایک ایسی شمع تھے جس کی روشنی ہمارے قلوب کو ہمیشہ روشنی بخشتی رہتی تھی ۔
عالم بکھر گیا ! ناصر الملتہ ہم سے جدا ہو گئے مگر انکی روح ہمیشہ زندہ رہیگی اور علمی مسائل میں ہماری رہنمائی کرتی رہیگی ، ان کی مثال ہمارے لئے ایک نمونہ
شق ✕ ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما ۔

تقریر میں فرمایا کہ ناصر الملتہ علم و کمال کا زندہ نمونہ تھے ، انکی زندگی حصول علم کے لئے وقف تھی ، وہ ایک ایسے عالم دین تھے جنکی زندگی کا واحد مقصد علم اور دین کی
فرمایا اور دین کی تبلیغ و ترقی میں اسی انہماک سے حصہ لیں جس کا مظاہرہ سرکار مرحوم فرماتے رہے ۔ ناصر الملتہ کی یاد جلسوں سے نہیں بلکہ ترویج علم دین سے منانا چاہئے
امام جمعہ و جماعت بمبئی نے ایک تقریر میں حصول علم کے فضائل بیان کرتے ہوئے لوگوں کو یہ تلقین کی کہ وہ ناصر الملتہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علم حاصل کریں کیونکہ مرحوم

باقر العلوم (طاب ثراہ) حضرت نجم الملتہ (طاب ثراہ) حضرت میر آغا صاحب (مرحوم) اور حضرت ناصر الملتہ (مرحوم) سے ملاقات کریں جب میں نے ناصر الملت سے ملاقات کی تو
مجتہدین عظام حقیقی درویش تھے جن کے زہد اور سادگی نے انکے علم میں چار چاند لگا دیے تھے ۔ اسکے بعد آپنے حسب ذیل تجویز پیش کی جو باتفاق آرا منظور ہوئی ۔
رانہ دہ کا اظہار کرتا ہے ۔ آقائے مرحوم اپنے علم و کمال کے لحاظ سے ہندوستان کی سب سے جلیل القدر شخصیت تھے ۔ دینی مسائل میں آپکا فیصلہ آخری اور فیصلہ کن تصور کیا
تھی جسکی نظیر ملت اسلامیہ میں کم ملیگی سرکار مرحوم ملت شیعہ کا محور تھے جنکے گرد پوری قوم متحد تھی مسائل قومی میں آپکا حکم ناطق تھا اور شیعیان ہند اسکی پابندی کو اپنا ایمانی فرض
بہ پھوٹ ڈلوانا چاہی تو آپ نے ملت اسلامیہ کی بقا کیلئے ایسی قربانیاں پیش کیں جو دنیا پر روشن ہیں سرکار مرحوم کی وفات سے ملت اسلامیہ کو بالعموم اور ملت شیعہ کو بالخصوص
سرکار ۔ مرحوم کے صاحبزادگان اور اعزا سے دلی ہمدردی ہے ہم دعا کرتے ہیں کہ پروردگار انھیں صبر جمیل عطا کرے یقینی مرحوم جنت آب ہیں مگر بارگاہ باری میں ہم دست
پریذیڈنٹ نے صدر جلسہ کا شکریہ ادا کیا اور جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا ۔ حاضرین میں حاجی حسن علی صاحب کھنڈاؤ ، حاجی رجب علی صاحب پی ایراہیم ، جناب

تار کا پتہ "براجی" بمبئی
ٹیلیفون نمبر ۳۱۴۶۹
موجودہ زمانہ میں زندگی کا بیمہ
TRADERS-PROUIDENT-INSURANSE Co. Ltd
نہایت ضروری شے ہے
مگر اس سے صرف دولت مند اور اوسط درجہ کے لوگ ہی فائدہ حاصل کرتے ہیں!
دی ٹریڈرس پروویڈنٹ انشورنس کمپنی لمیٹڈ!
محض غریبوں اور مزدوروں کے فائدہ کے لئے قائم ہوئی ہے۔ رقم چندہ بہت ہی کم ادائیگی کے اصول بہت آسان اور
بیمہ کرنیوالوں کو ہر قسم کی آسانی اور سہولت پہونچانے کا خاص انتظام
آج ہی اسکے قواعد وغیرہ منگا لیجئے ـــ اور اس زرین موقع سے فائدہ اٹھائیے
دی ٹریڈرس پروویڈنٹ انشورنس کمپنی لمیٹڈ ہیڈ آفس:- جان منشن سر فیروز شاہ مہتہ روڈ فورٹ بمبئی۔
TELEGRAMS BHARATBOT
ٹیلیفون نمبر ۳۱۳۳۲
تار کا پتہ:- بھارت بوٹ
سارے ہندوستان کو!
بوتلیں ـــ کارک ـــ کیپسول
فراہم کرنیوالی مشہور اور قابل اعتبار فرم
بھارت بوتل کمپنی
شریف دیوجی اسٹریٹ بمبئی ۳
بھارت بوتل کمپنی
بھارت بوتل کمپنی

تفسیر قرآنِ وفا

از جناب شیخ سبط حسن صاحب خیال آملی

ذاتِ انور کس کی ہے شمع شبستان وفا؛ — صورتِ پروانہ کس پہ ہے فدا جانِ وفا
کس کی ذاتِ پاک سے محکم ہوئی اس کی اساس — اور کس کے دم سے ہے پر نور ایوانِ وفا
صبحِ خندانِ وفا کس کے تبسم پر نثار — روئے رخشاں کس کا مہر محشرستانِ وفا
کفش برداری ہے شاہانِ جہاں کو کس کی فخر — زیب دیتا ہے کسے اکلیلِ خاقانِ وفا
کون عالم میں وفاداری کی ہے زندہ مثال — کون ہے جو ہے سراپا دہر میں شانِ وفا
کس کی ہے مدح و ثنا دیباچۂ اُمّ الکتاب — کس کی پیشانی کا بل تحریر عنوانِ وفا
کس کے ہیں اقوال قرآنِ وفا کی آیتیں — دہر میں کس پر ہوئی تنزیلِ فرقانِ وفا
کون ہے رگ رگ میں ہے جسکی شجاعت موجزن — کس کا ہے ہر قطرۂ خوں ایک طوفانِ وفا
کس نے سینچا ہے لہو سے باغ کو اسلام کے — کس کے دم سے ہے تر و تازہ گلستانِ وفا
کس نے اپنا گھر لٹایا ہے وفا کی راہیں — نقش پا پر کس کے ہے بنیاد ایوانِ وفا
کون ہے وہ، کوہ آسا جس کا ہے پائے ثبات — مر کے بھی چھوٹا نہیں ہے کس سے میدانِ وفا
کون ہے وہ شیر، ہے جس کی جبیں سے آشکار — استواری، استقامت، حوصلہ شانِ وفا
تھا تہ چرخ اے زمیں! یہ ہمہمہ کس شیر کا — گونجتا ہے آجتک جس سے نیستانِ وفا
کون تھا جز حضرتِ عباسؑ ایسا حق شناس — جان دیکر بھی نہ جس نے ترک کی آنِ وفا
کون ہے ملک وفا میں جس کا سکہ ہے رواں — کون ہے جز حضرتِ عباسؑ سلطانِ وفا

نظم ہوتی جارہی ہے مدحِ عباسِ جری — دے رہا ہوں آج میں ترتیب دیوانِ وفا

نور سے تیرے ہی دنیائے وفا پرنور ہے — اے بنی ہاشم کے چاند اے مہر تابانِ وفا

کردیا تو نے صداقت کے نشاں کو سربلند — اے علمدارِ حسین اے سرو بستانِ وفا

تجھ کو نقاشِ ازل بھی داد دے جس کی خیال — کھینچ دے کاغذ پہ ایسا نقش پیمانِ وفا

مطلع

شان ہے عباس کی لاریب شایانِ وفا — ہے اسی ہستی پہ بے شک ختم امکانِ وفا

آفتابِ دین کے بر میں ہے بنی ہاشم کا چاند — مصحفِ ناطق کے ہاتھوں پر ہے قرآنِ وفا

دعوتِ شمر لعیں پر کھینچ کر تیغِ دودم — کر رہے تھے حضرت عباس اعلانِ وفا

جوڑ لینے شمر سے رشتہ یہ ممکن تھا بھلا — توڑ دیتے کس طرح عباس پیمانِ وفا

جسمِ اطہر سے ٹپکتا تھا پسینہ وقتِ جنگ — ہو رہا تھا یا گہربار ابرِ نیسانِ وفا

خون کے قطرے جو ٹپکے زخم سے عباس کے — بن گئے وہ سب کے سب لعلِ بدخشانِ وفا

کرکے قبضہ نہر پر پیاسا نکل آیا جری — لیں سبق اس واقعہ سے تشنہ کامانِ وفا

کیوں نہ اربابِ وفا ہوں سرخرو پیشِ خدا — خون سے لکھا گیا ہے ان کے عنوانِ وفا

مجھ سے گر پوچھے کوئی تشریح زادِ آخرت — بے تکلف میں یہی کہہ دوں کہ سامانِ وفا

غرق ہوکر خود کیا کرتے ہیں بیڑا اسپ کا پار — بحرِ جرأت کے شناور یعنی خیرانِ وفا

آبیاری سے انھیں کی ہے یہ صد فخرِ بہشت — ہے انھیں کے خون سے رنگین گلستانِ وفا

زینبِ علیا مقام اک حضرتِ عباس ایک — ہیں یہی بھائی بہن دونوں شہیدانِ وفا

پارۂ قرآنِ ناطق کی ثنا میں اے خیال
ہیں ترے اشعار یا تفسیرِ قرآنِ وفا

ذاکر حسین فاروقی بی۔ اے

لائڈ جارج

ایک بیوہ عورت آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ کہ اس کے گھر کا سارا سامان نیلام کیا جا رہا ہے جو کچھ اس کے آنجہانی شوہر نے اپنی زندگی میں کمایا تھا وہ آج لٹ رہا تھا اور مجبور بیوہ اپنی بے بسی افلاکت اور مفلسی کا خاموش ماتم کر رہی تھی۔ اس وقت ایک دو سال کا بچہ بھی اسکے دامن سے لپٹا ہوا تھا یہ بچہ ڈیوڈ لائڈ جارج تھا!

لائڈ جارج کو دو ہی سال کے سن میں اپنا آبائی مکان ترک کرنا اور وہ اپنے ماموں کے مکان پر رہنے لگا۔

آج ان واقعات کو بھتر سال گزر چکے ہیں اور آج جو لوگ لائڈ جارج کی عظمت کو دیکھتے ہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ اس نامور انسان نے اپنی زندگی کے ابتدائی ایام کس مشکل میں گزارے ہیں۔

پارلیمنٹ کی ممبری!

لائڈ جارج پارلیمنٹ کے سب سے پرانے ممبر ہیں اور (آج) ۱۲۔ اپریل ۱۹۴۰ء کو انھوں نے اپنے پارلیمنٹ میں داخلہ کی پچاس سالہ جوبلی منائی ہے یہاں ہم آپ کو یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ لائڈ جارج پہلے پہل کس طرح پارلیمنٹ کے ممبر بنے۔

انگلیکن فرقہ کے ایک پادری نے ایک نان۔ کنفارمسٹ (جو برطانیہ کے سرکاری مذہب کے علاوہ کسی دوسرے عیسائی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو) کی لاش اپنے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہ دی۔ لائڈ جارج اس وقت سالیسٹر تھے آپ نے یہ قانونی مشورہ دیا کہ لاش جبریہ اس قبرستان میں دفن کر دی جائے اس کے بعد فریقین میں زور شور سے مقدمہ بازی ہوئی لائڈ جارج متوفی کے اعزہ کی جانب سے پیروی کر رہے تھے۔

مقدمہ لائڈ جارج کے حق میں ہوا اور ملک بھر میں لائڈ جارج کی تعریفیں ہونے لگیں۔

اسی دوران میں پارلیمنٹ کا الکشن ہونے والا تھا۔ لائڈ جارج بھی کارنروں بارو سے کھڑے ہوئے۔ آپکو بڑا سخت مقابلہ کرنا پڑا مگر بالاخر آپ ۱۸ ووٹوں کی اکثریت سے جیت گئے۔

جنوبی افریقہ کی جنگ میں آپ نے بوئروں کی حمایت کی آپ نے اس جنگ پر احتجاج شروع کیا مگر کسی نے آپ کی نہ سنی اور آپ کی ہر دلعزیزی کا خاتمہ ہو گیا۔ آپ کے مکان کے سامنے مظاہرے کئے گئے۔ اور بعض لوگوں نے تو یہاں تک جرأت کی کہ آپ کی بیوی پر راستے میں حملہ کر دیا۔

لائڈ جارج اس پر بھی نہ مانے اور انھوں نے وزیر اعظم کے شہر برمنگھم ہی میں جنگ کے خلاف تقریر کرنے کا ارادہ کر لیا دوران تقریر میں ہال میں بڑا ہنگامہ ہو گیا اور بمشکل آپ کی جان بچائی جا سکی۔

ان تمام چیزوں کے باوجود آپ کارنروال میں کافی ہر دلعزیز رہے۔ اور جب ۱۹۰۵ء میں لبرل پارٹی برسر اقتدار آئی تو مسٹر لائڈ جارج وزیر تجارت مقرر ہو گئے ۱۹۰۸ء میں آپ کی قسمت کا ستارا چمکا اور آپ لارڈ اسکوئیتھ کی جگہ وزیر مالیات مقرر ہو گئے۔ اسی سال آپ نے بڈھے آدمیوں کی پنشن کا مسئلہ چھیڑ دیا۔ اور پارلیمنٹ میں اپنا بل منظور کرا دیا۔

بل منظور ہو جانے کے بعد دوسرے ہی سال مسٹر لائڈ جارج نے پارلیمنٹ میں جو بجٹ پیش کیا اس میں بوڑھوں کی پنشن کے واسطے روپیہ منظور کیا گیا تھا آپ نے یہ بجٹ پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ ——— "یہ جنگی بجٹ ہے ہم اس کو منظور کر کے ضعیفی اور بیماری کے خلاف جنگ کا آغاز کر رہے ہیں"

گو کہ اس بل سے غریبوں کا تو کافی نفع ہوا۔ مگر لائڈ جارج کے خلاف تمام سرمایہ دار صف آرا ہو گئے۔ اس لئے کہ انھوں نے بجٹ میں اضافہ کے لئے امیروں پر ٹیکس لگا دیا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ پارلیمنٹ میں لائڈ جارج پر اعتراضات اور طنزیات کی بوچھار کر دی گئی مگر لائڈ جارج ان باتوں میں آنیوالے نہیں تھے اور انھوں نے اسی سال نیشنل ہیلتھ انشورنس اسکیم اور بیکاری کے بیمہ کی اسکیم پارلیمنٹ میں پیش کر کے منظور کرا دیں۔

جنگ عظیم!

جنگ عظیم کا آغاز ہوتے ہی لائڈ جارج کو وزیر اسلحہ جات بنا دیا گیا۔ اس وقت برطانیہ کے پاس بہت کم اسلحہ جات تھے مگر لائڈ جارج نے شبانہ روز کی محنت کے بعد برطانیہ کو بہت زیادہ طاقتور بنا دیا۔

وزیر اعظم!

۱۹۱۶ء میں لائڈ جارج لارڈ اسکوئیتھ کی جگہ برطانیہ کے وزیر اعظم مقرر ہو گئے۔ ایسے پر آشوب زمانہ میں اس سنگین ذمہ داری کو قبول کرتے ہوئے آپ بالکل نہیں ہچکچائے۔

جنگ کے بعد آپ نے مسٹر ٹام کلارک سے کہا۔ "ٹام! تم جانتے ہو کہ جنگ کے زمانہ میں میں کس طرح خوش رہا کرتا تھا؟ سنو آج میں تم کو اس کا راز بتلاتا ہوں ——— میں جب بہت پریشان ہوتا تھا۔ تو مسٹر بونر لا کے پاس چلا جاتا تھا۔ مسٹر بونر لا ہر وقت رنجیدہ اور پریشان رہتے تھے اور جیسے ہی مجھے دیکھتے تھے ایک ایک کر کے اپنی تمام پریشانیاں مجھ سے بیان کر دیتے تھے۔ میں بھی ان سے اپنی تمام کلفتیں بیان کر دیتا تھا۔ اور جب بیان کر چکتا تھا۔ تو میرا دل افکار سے نجات پا جاتا تھا"

بقیہ صفحہ ۱۶ پر

بقیہ مولود کعبہ مسجودِ عالم ہے

لہٰذا اب یہ امر ناقابل تردید و انکار ہے کہ علی مرتضیٰ علیہ السلام کے مسجود ہونے کا حکم ہے اور آپ کے توسل کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد اس سے بھی زیادہ روشن الفاظ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

یا علیؑ انت بمنزلۃ الکعبۃ (جامع صغیر مطبوعہ مصر حرف الیاء کنوز الحقائق حرف الیاء)	اے علی تمہاری مثال بالکل ایسی ہے جیسے کعبہ۔

یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کعبہ ہو اور اسکی طرف سجدہ نہ ہو۔ ایک حدیث نے بتلایا کہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کعبہ کے مانند ہیں۔ دوسری حدیث سے ثابت ہوا کہ وہ مسجود عالم ہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ایک طرف خانۂ کعبہ مسجود دوسری طرف علی مرتضیٰ مسجود حالانکہ ان دونوں قبلوں میں سے ایک متحرک ہے دوسرا ساکن۔ ایک ایک ناطق ہے دوسرا صامت یہ ناممکن ہے کہ بیک وقت دونوں طرف سجدہ کیا جائے۔

شاید اسی عقدہ کو حل کرنیکے لئے ۱۳۔ رجب المرجب مقرر کی گئی۔ تاکہ ناطق و صامت دونوں مسجود ایک جگہ اس طرح جمع ہو جائیں کہ یہ قرآن اسعدین زمانہ میں یادگار رہے۔ اور جبتک رسول اسلام نہ تشریف لائیں اسوقت تک ناطق بھی صامت رہے۔ اور صامت صامت کا حامل رہکر فرائض گہوارہ جنبانی ادا کرتا رہے۔ اسکے بعد آنے والا ناطق جب بولے تو زبان قرآن سے بولے۔ آنے والا کعبہ گو متحرک ہے اور ایسا متحرک جس نے صامت دیوار کو متحرک بنا دیا مگر تین روز تک ضرور ساکن رہے۔

یہ دونوں کعبے اس طرح جمع ہوں کہ اگر ایک کعبہ ہو تو دوسرا اسکا غلاف ایک شمع ہو تو دوسرا فانوس یا یوں کہوں کہ ایک شمع شبستان ہو اور دوسرا وفا شعار پروانہ۔ ایک باطن ہو اور دوسرا ظاہر۔ ایک روح کعبہ ہو اور دوسرا جسم۔ یہ عالمین کا قبلہ ہو اور وہ عالمین کی شمع ہدایت۔ یہ بھی پاک ہو اور وہ بھی۔ یہ بھی خدا کا مقرر کیا ہوا اور وہ بھی خدا کا بنوایا ہوا۔ ایک کو خلیل نے تعمیر کیا ہو تو دوسرے کو فخر خلیل نے۔ ایک زچہ خانہ ہو تو دوسرا مولود جس کا گھر ہو اسی کا گھر والا ہو۔ اسلام کا سب سے پہلا قاری سب سے پہلے تلاوت قرآن مجید کرے تو اسی گھر میں کرے اس لئے قدرت نے کعبۂ روحانی کی ولادت کی جگہ کعبۂ جسمانی کو مقرر کیا۔ تاکہ جب دنیا اس کعبہ کی طرف سر جھکائے تو دونوں کعبوں کا سجدہ ادا ہو جائے۔ جب کوئی حاجی توحید کا طواف کرنے آئے تو امامت کا طواف ساتھ ساتھ ہو جائے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ سجدے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک پیشانی سے اور دوسرا دل سے۔ لہٰذا جب کعبہ کی طرف پیشانی خم ہوگی، یہ دیکھنا پڑیگا کہ آیا دل بھی اسی طرف خم ہے یا کسی اور طرف۔ اگر پیشانی کے ساتھ ساتھ دل بھی اسی طرف خم ہو جائے تو پیشانی کا سجدہ کعبہ کی طرف اور دل کا سجدہ روح کعبہ کی طرف ہوگا اور اسی کا نام ایمان ہے۔ اسلئے کہ ظاہر و باطن ایک ہے۔ اور اگر پیشانی کا رخ کعبہ کی طرف ہوا اور دل کا رخ کسی اور طرف ہو تو ظاہر و باطن میں فرق ہو جائیگا۔ اور اسی کو نفاق کہتے ہیں۔ لہٰذا بیت اللہ کا سجدہ کرنے والے اگر مولود کعبہ کو کعبۂ دل سمجھ کر سجدہ کریں تو مومن کہلائیں گے! اور اگر دل کی نماز کسی اور طرف ہو جائیگی تو منافق کے لقب سے یاد کیے جائینگے

اگر کوئی حجاج بیت اللہ سے پوچھے کہ آپ حجر اسود کو کیوں بوسہ دیتے ہیں۔ مقام منیٰ میں ذبیحہ کو کیوں فرض سمجھتے ہیں۔ کوہ صفا و مروہ کے درمیاں کیوں سعی کرتے ہیں۔ خانہ کعبہ کا کیوں طواف کرتے ہیں تو یہی جواب دیں گے کہ حجر اسود اگرچہ پتھر ہے مگر سرور دو جہاں نے اسے اپنے ہاتھوں سے نصب فرمایا تھا۔ مقام منیٰ وہی سنگلاخ وادی ہے جہاں خلیل اللہ نے خدا کا حکم سنکر اپنے لاڈلے فرزند اسمٰعیل کو قربانی کے لئے پیش کیا تھا جسے قدرت نے بچا لیا کوہ صفا و مروہ وہی پہاڑیاں ہیں جنکے درمیان جناب ہاجرہ اپنے فرزند اسمٰعیل کے لئے پانی کی تلاش میں دوڑ رہی تھیں خانہ کعبہ وہ سنگ و خاک و آب کی عمارت ہے کہ جسے خلیل اللہ اور حضرت اسمٰعیل نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا تھا۔ لہٰذا سوچنا چاہیئے کہ اگر خلیل خدا کا مقدس ہاتھ اسقدر پاک اور بلند ہے کہ انکی بنائی ہوئی عمارت کا طواف کرنا فرض ہے تو فخر اولاد خلیل کے قدم ضرور اس قابل ہیں کہ رہتی دنیا تک انکے نقوش کا طواف کیا جائے۔ اس لئے آجتک مقام ابراہیم جو مسلمانوں کا واجد مصلیٰ ہے کعبہ کے باہر ہے اور فخر ابراہیم کا مقام کعبہ کے اندر ہے۔ اگر آج مقابلہ کرکے دیکھا جائے تو اندازہ ہو سکتا ہے کہ ابراہیم کعبہ کے لئے معمار کی حیثیت رکھتے ہیں اور مولود کعبہ مکین کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بالکل حق بجانب ہے کہ مولود کعبہ مسجود عالم ہے۔

بقیہ لائڈ جارج

اگر لائڈ جارج قتل ہو جاتے!۔

مسٹر ایمل لڈوگ نے لکھا ہے کہ "اگر... لائڈ جارج ۱۸۷۷ء میں قتل ہو جاتے تو وہ دنیا کی تاریخ کے نامور ترین انسانوں میں ہوتے۔

آج! — آج بھی لائڈ جارج کو دنیا کا ایک بہت بڑا آدمی سمجھا جاتا ہے اور سلطنت برطانیہ کے عظیم ترین مدبرین میں ان کا شمار ہے۔ ممکن ہے، کہ موجودہ جنگ میں تحفظ مملکت کے لئے لائڈ جارج کے دماغ کی پھر ضرورت پڑے۔ اور ہم پھر یہ دیکھیں کہ یہ پرانا جنرل دوبارہ آزادی اور جمہوریت کا علمبردار بن گیا ہے۔

بقیہ امام حسین کی شان میں گستاخی

اسی حسینؑ اسلام کے اسی راہنمائے اعظم کا تذکرہ کرتے ہوئے اس دریدہ دہن تاریخ نویس نے انسانی اخلاق کا ادنیٰ ترین نمونہ پیش کیا ہے۔

پوری تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے مصنف کی تاریخ دانی کسی اسکول کے معمولی طالبعلم سے ہرگز زیادہ نہیں ہے غضب تو یہ ہی کہ چار سطروں میں بزعم خود تین حقائق پیش کئے گئے ہیں اور وہ تینوں بھی سراسر غلط اور بے بنیاد اتنے لچر و پوچ کہ مسلمانوں کا ایک بچہ بھی اسکی تردید کر سکے اور مصنف کا دامن پکڑ کر اسے حقائق سے مطلع کر سکے۔

گجراتی ادب کا یہ دمدار ستارہ جس ملک میں نکلا ہے وہاں دس کروڑ مسلمان بھی آباد ہیں جو ہر سال مختلف طریقوں سے انسانیت کے اس رہنمائے اعظم کی یاد منایا کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ اس شہید راہ حق کے حالات زندگی کے متعلق بیشمار تصانیف بھی موجود ہیں مگر ان تمام باتوں کے باوجود اسکی تصنیف کی مندرجہ ذیل عبارت پڑھنے کے بعد اسکی تاریخ دانی پر بیساختہ ہنسی آجاتی ہے "حسنؑ کو مدینہ کی گدی ملی اور حسینؑ آپکے ہمراہ رہنے لگے اسوقت مدینہ اور دمشق کی سلطنتوں کے درمیان زبردست منافرت موجود تھی پیغمبر اسلام کا محبوب شاگرد معاویہ کا لڑکا یزید تخت دمشق پر متمکن تھا"

دیکھا آپنے۔ نہ تو ہمیں تاریخ دانی کا کہیں پتہ چلتا ہے اور نہ تاریخ کا کوئی عنصر ہی موجود ہے۔ بلکہ برخلاف اسکے تاریخ عالم کے اس واقعۂ عظیم سے مصنف کی قطعی لاعلمی کا پتہ چلتا ہے۔ نہ تو معاویہ۔ آنحضرتؐ کا شاگرد تھا اور نہ امام حسنؑ کے زمانہ میں یزید تخت دمشق پر متمکن تھا اس غلط تاریخ نویسی کا ایک اور ثبوت ملاحظہ ہو۔

"حسینؑ کا عبداللہ ابن زیاد نامی ایک بہت ہی معتمد اور قابل اعتبار دوست تھا۔ وہ کوفہ کا حاکم تھا۔ کوفہ دمشق کا باجگذار تھا۔ یزید نے ابن زیاد سے کہا کہ اگر وہ حسینؑ کو اس برگزیدہ آرام گاہ (مدینہ) سے باہر نکال لائے تو یزید کیطرف سے مال دولت کے علاوہ آزادی کی نعمت بھی عطا کی جائیگی عبداللہ نے لالچ میں آکر اس درخواست کو منظور کر لیا۔ اور وہ دوستانہ پیغامات چکنے چپڑے الفظوں سے حسینؑ کے دلکو نرم کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ صاف دل نیک خو اور بھولے حسینؑ اسکی باتوں میں آگئے اور کوفہ کی دعوت کو منظور کر لیا"

اسلام کا بچہ بچہ اس غلط بیانی پر بیساختہ ہنسے بغیر نہیں رہ سکتا اسلامی تاریخ کا معمولی سے معمولی طالبعلم بھی جانتا ہے کہ یہ سطریں کس حد تک صداقت کی حامل ہیں۔

مصنف مذکور کا تذکرہ کرتے ہوئے راقم نے چند سخت کلمات استعمال کئے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اس دریدہ دہن نے امام ہمام کی شان میں جنکا نام بیمثال بہادری قربانی و ایثار اور صبر و استقلال کے سلسلہ میں بطور مثال پیش کیا جاتا ہے "متلون مزاج" "بھوکے شیر کیطرح" "اور دماغ پھرے ہوئے" الفاظ استعمال کئے ہیں۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ تاریخدانی کے نام سے جہالت کیوں پھیلائی جارہی ہے؟ کہا جاتا ہے کہ مسلمان ذرا ذرا ۴۴

Regd. No. B-4663

 HUSEINI PAYGHAM WEEKLY·

BOMBAY.

بمبئی خوجہ اثنا عشری مدرسہ کے کمسن بچے وکٹوریہ گارڈن (زندہ عجائب گھر) میں سیر کیلئے لائے گئے ہیں

بچوں کو مدرسہ کی طرف سے گارڈن ہی میں کھانا کھلایا جا رہا ہے

اس مدرسہ کو فخر قوم جناب حاجی داؤد بھائی حاجی ناصر صاحب نے مبلغ دس ہزار روپئے مرحمت فرمائے ہیں - اس مدرسہ میں پہلے ۳۵ بچے تعلیم پاتے تھے مگر اب ۲۵۰ بچے تعلیم پا رہے ہیں -

Edited, Published & Printed by Syed Muzaffar Hasan Naqvi from Sultani Litho & Printing Press, Bhindi Bazar, Bombay, 3.